امیر المومنین

سیدنا مروان بن الحکم رضؓ

مؤلفہ

حکیم فیض عالم صدیقی

سادات بنو امیہ اکیڈمی، جلو موڑ، لاہور

امیر المومنین

سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما

حکیم فیض عالم صدیقی

سادات بنو اُمیہ اکیڈمی جلو موڑ لاہور

نام کتاب.................................امیر المومنین مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما

تالیف.................................حکیم فیض عالم صدیقی

بار.................................سوم 2009ء

قیمت.................................

سن کتابت وطباعت پہلا ایڈیشن 1977ء

دوسرا ایڈیشن 1982ء

تیسرا ایڈیشن 2009ء

ملنے کا پتہ

سادات بنو اُمیہ اکیڈمی جلو موڑ لاہور

فہرست مضامین



انتساب

ان پاکیزہ روحوں کے نام جو سبائیت کی دسیسہ کاریوں سے متاثر برخود غلط قسم کے سنی مؤرخوں کی بھینٹ چڑھ کر اپنے عظیم کارنامے اپنے ساتھ لے گئیں اور اب عالم برزخ سے ان پر لعنت کے ڈونگرے برسا رہی ہوں گی۔

یکم محرم ۱۴۰۳ھ بروز شہادت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(فیض عالم)

مقدمہ طبع ثانی

امیر المومنین امیر مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما کا پہلا ایڈیشن نہایت جلدی میں 1977ء میں طبع ہوا۔ یہ دراصل سیدنا امیر مروان رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات نہ تھی بلکہ فضائل و مناقب کا ایک مجمل سا خاکہ تھا اور ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سرسری سا تذکرہ جنھوں نے آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بعیت کی تھی اور آپ کی ذات پر عائد کیے گئے الزامات کے جوابات پر مشتمل تھا۔

الحمدللہ میری اس ناچیز سی کوشش کو ملک اور بیرون ملک بڑے اچھے انداز میں سراہا گیا۔

زیر نظر کتاب میں جو سیدنا امیر مروان رضی اللہ عنہ کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قارئین اس ایڈیشن میں بہت کچھ ترمیم و اضافہ پائیں گے خصوصا عمر کے متعلق۔

ہم اکثر اجل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبل از اسلام زندگیوں سے ناواقف ہیں اور ایسا اس لیے ہوا کہ یہ بات کسے معلوم تھی کہ آگے چل کر یہ لوگ روشنی کے مینار ثابت ہوں گے۔ سیدنا امیر مروان رضی اللہ عنہ کی ابتدائی زندگی کے حالات سے بھی ہماری مروجہ تاریخیں تہی دامن ہیں۔ بہر حال جو کچھ دستیاب ہو سکا نذر قارئین ہے۔

فیض عالم

تقریظ

ازقلم: السید عزیز احمد صدیقی کراچی

جناب حکیم فیض عالم صدیقی رحمہ اللہ نے یوں تو بہت سی کتابیں ردِ سبائیت میں لکھی ہیں۔ مگر جس کتاب سے میں زیادہ متاثر ہوا ہوں وہ ان کا معرکۃ الآرا رسالہ امیر المومنین سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما کی زندگی پر ہے۔ جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص رہے، سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیس سالہ حکومت میں معاونت کرتے رہے اور آخری عمر میں خود خلیفہ عالم اسلام بن کر چند اچھے مدبر قوم کو دے کر رخصت ہوئے خیال تھا کہ یہ رسالہ حکیم صاحب موصوف کے لیے توشۂ آخرت بنے گا۔ مگر یہ بزرگ اپنے جہادِ قلمی میں نوجوانوں سے زیادہ پرجوش ہیں۔ اب آپ نے افادات بنگش کے نام سے کسی فراموش محسن اسلام کی خدماتِ جلیلہ کو قوم سے متعارف کر کے نہ صرف بنگش صاحب کی یاد تازہ کر دی ہے بلکہ اربابِ صوبہ سرحد کی غیرت کو ایک تازیانہ لگایا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے غیور برادرانِ سرحد اپنے محسن کی قدر کریں گے۔

والسلام

عزیز احمد صدیقی

کراچی جون 1977ء

تبصرہ

شمس الاسلام بھیرہ جنوری 1978ء، ص:38

حضرت مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما کی شخصیت سبائی پروپیگنڈے کے نتیجہ میں بہت مطعون ہوئی ہے۔ آپ کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنا سیکرٹری بنایا اور نظم سلطنت میں آپ کو بہت کچھ عمل دخل رہا۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد سلطنت اسلامیہ کی زمام اقتدار بھی ایک قلیل عرصے کے لیے آپ کے ہاتھ میں رہی۔ بنی امیہ کے دور حکومت کا بیشتر حصہ وہ ہے جس میں مروان رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور پوتے برسر اقتدار رہے اور مملکت نے اپنی وسعتوں کو چھوا۔ اس لیے امیر مروان رضی اللہ عنہ کی شخصیت سبائیوں کے دل کا زخم بنی ہوئی ہے۔

فاضل مؤلف نے اس کتابچہ میں مجمل طور پر مروان رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات بیان کیے ہیں۔ انھوں نے زیادہ تر توجہ امیر مروان رضی اللہ عنہ کے علم و فضل، نیکی، اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت جیسے عنوانوں پر مرکوز رکھی ہے۔ انھوں نے بڑی تفصیل سے وہ نکاح بتائے ہیں جو اولاد مروان رضی اللہ عنہ نے فاطمی خواتین سے کیے۔ فاضل مؤلف نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کی فہرست بھی دی ہے جو اموی دورِ حکومت میں بقید حیات تھے۔ اور خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت کی انھوں نے ان اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جو امیر مروان رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیے جاتے ہیں۔

فاضل مؤلف کا یہ کتابچہ معلومات سے مملو ہے۔ ایک کمی یہ نظر آتی ہے کہ انھوں نے اس کی ترتیب میں وہ انداز ملحوظ نہیں رکھا جو تاریخ و سیرت کی کتابوں کا عام طور پر ہوتا ہے۔ اس لیے مروان رضی اللہ عنہ کی زندگی کے بارے میں بعض بنیادی معلومات قاری کو حاصل نہیں ہوتیں۔ کتابچہ اخباری کاغذ پر چھپا ہوا ہے اور غیر مجلد ہے۔ (خ،م) اب یہ کمی دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فیض عالم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام: مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ

پیدائش: فتح مکہ کے وقت عمر نو۔ دس سال کے قریب تھی اس لحاظ سے آپ کی پیدائش کا زمانہ وہی ہے جب نبی علیہ السلام نے ہجرت فرمائی۔

وفات: 65ھ میں بعارضہ طاعون یعنی تقریباً 65 سال کی عمر میں وفات پائی۔ ①

مدت خلافت:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پوتے سیدنا معاویہ رحمہ اللہ ثانی کی خلافت سے علیحدگی کے بعد متفقہ طور پر خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ ہی گویا خلافت بنوامیہ کے بانی تھے اور ایک سال سریر آرائے خلافت رہے۔ بچپن اور آغاز جوانی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے مگر آگے چل کر آپ چھ بار امیر حج کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ کئی بار مدینہ کے عامل مقرر ہوئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کاتب

① امیر مروان رضی اللہ عنہ کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت 9.8 سال نہیں بلکہ 19.18 سال اور بعض شواہد کی روشنی میں 29.28 سال تھی۔

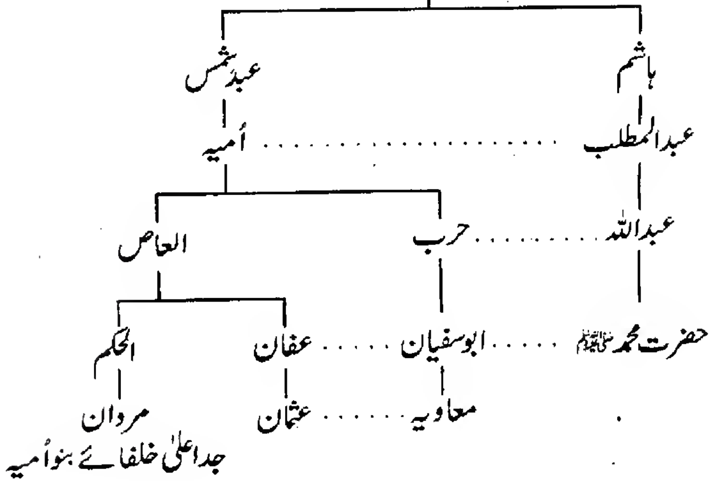
امیر المومنین امیر مروان رضی اللہ عنہ کی اشاعت کے بعد مولانا قاسم بنارسی کی تالیف الامر المبرم نظر سے گزری، کسی مولوی عمر کریم پٹنوی نے بخاری شریف کے چند راویوں پر قول الحکم کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا۔

اول تو ان کی عمر وقت انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ برس تھی اور اس عمر میں کسی کے حالات اور اقوال کا خیال رکھنا مشکل ہے اور پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں تھا۔ کس واسطے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کو نکال دیا تھا۔ اس لیے یہ بہت ہی بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ طائف چلے گئے تھے اور برابر وہیں رہے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان دونوں کو مدینہ بلوایا۔ جیسا کہ کتاب اسد الغابہ اور کتاب شرح اسماء الرجال صحیحین مذکور میں لکھا ہے۔

((ولد سنة اثنين من الهجرة ولم يرالنبي لانه خرج الى الطائف طفلا لا يعقول لما نفى النبي اباه الحكم و كان ابنه بالطائف حتى انتخلف عثمان ﷺ فردهما في النبي ﷺ وهو ابن ثماني سنة))

"مروان ۲ ہجری میں پیدا ہوا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ اس لیے کہ وہ بچپن میں اپنے باپ حکم کے ⇐

(سیکرٹری) رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس دور کے چندان افراد میں سے ایک تھے جو علم وفضل، فہم وفراست، فکر وتدبر، عبادت وخشیت سخاوت وایثار اور رحم و ہمدردی میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔



⇐ ساتھ طائف کی طرف چلا گیا تھا اور ابھی وہ بے شعور تھا۔ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں واپس آئے۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۸ سال تھی۔"

جواب: اس ساری تحریر کا خلاصہ تین لفظوں میں ہے ایک یہ کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا۔ دوسرے ان کی پیدائش ۲ ہجری کی ہے تیسرے بوقت انتقال رسول اللہ ﷺ آٹھ برس کے تھے جس سے آنحضرت ﷺ کے کل اقوال وافعال کا ان کو یاد رکھنا مشکل ہے، اب اسی ترتیب سے مولانا قاسم بنارسی کے جواب سنیے۔

مروان رضی اللہ عنہ صحابی ہے اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے، اس کی روایت ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہدی الساری میں لکھتے ہیں: لہ رویة: یعنی اس کا نبی علیہ السلام کو دیکھنا محقق ہے۔ اس سے اور بھی تفصیل سنیں تاریخ خمیس میں ہے۔ وفی دول الاسلام و کان مروان قلحق النبی و ھوا صبی (جلد:۲، ص:۳۷) اب آپ کو بتلا دیں کہ صبی کس کو کہتے ہیں کلام عرب میں کہتے ہیں۔ ظل الصبی بالغ (شرح ملة) یعنی لڑکا جب ⇐

امیر مروان رضی اللہ عنہ جدی رشتہ میں نبی علیہ السلام کے بھتیجے اور مصاہرانہ رشتے میں اُم المومنین سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد ہونے کی وجہ سے سالے تھے۔ آگے چل کر یہ رشتہ داریاں تانے بانے کی شکل اختیار کر گئیں ان کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

مروان رضی اللہ عنہ صحابی تھے:

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ اکثر محدثین کے نزدیک صحابی ہیں۔ کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کی زندگی میں پیدا ہوئے تھے۔ ①

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن کثیر کے یہ الفاظ کہ اکثر محدثین کہتے ہیں ایک قسم کا تکلف ہے اکثر نہیں بلکہ سوائے ایک کے تمام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔

تقریب التہذیب میں ہے کہ لا یثبت لہ صحبة یعنی ان کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔

درائیت کے لفظ نگاہ سے یہ قول ہیچ محض ہو کر رہ جاتا ہے کہ فتح مکہ کے روز تمام رؤسائے مکہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہوئے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بچے پیش کر کے دعاؤں کی التجا کرتے رہے۔ پھر ایسے موقع پر امیر حکم رضی اللہ عنہ جیسے رئیس کا اپنی اولاد کو لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہونا عجیب بے تکی بات ہے۔

⇐⇐ تک بالغ نہ ہو صبی رہتا ہے جس سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب بلوغت کے ہوئی تھی جیسا کہ آگے ان کی پیدائش وعمر میں محقق ہوگا۔

(۲) مروان رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۲ ہجری میں ہرگز نہیں ہوئی بلکہ جس نے ان کی پیدائش ۲ ہجری میں لکھی ہے اس نے بصیغہ مجہول لکھی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اصابہ ۲۰۲۸ میں یوں ہی لکھا ہے: یقال بعد الهجرة سنیتن کہا جاتا ہے کہ مروان ۲ ہجری کے بعد پیدا ہوا۔

معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اسی لیے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بصیغہ تمریض (یقال فعل مجہول) کے ساتھ اس کو لکھا ہے جس کا ضعیف ہونا مسلم ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خود آگے اس کا رد کرتے ہیں: قال ابن طاهر والد مروان بعد الهجرة بسنتين (الی قوله) وهو مردود والخلاف ثابت (اصابہ: جلد ۳، ص:۹۸۹)) یعنی ابن طاہر نے یہ جو کہا ہے کہ مروان رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۲ ہجری کو ہوئی تھی یہ بالکل غلط ہے اور اس کا خلاف ⇐⇐

① ترجمہ البدایہ، ج:8، ص:257۔

یہ سب کچھ شیعی ذہنیت کے تاثر کا نتیجہ ہے۔سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جن کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دو ڈھائی سال تھی اُنھیں تو صحابی کہا جاتا ہے مگر 29 سال کا مرد غیر صحابی ہے اور پھر درج ذیل حوالجات کی موجودگی میں تقریب التہذیب کا مذکورہ فقرہ ایک گپ سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں لـہ رویۃ (ہدی الساری) یعنی امیر مروان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

((و کان مروان تدلحق النبی ﷺ))

''یعنی امیر مروان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔''[1]

- ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((مروان من اقوان ابن الزبیر))

''یعنی امیر مروان ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے طبقے سے ہیں۔''[2]

- علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

⇐⇐ ثابت ہے۔ لیجیے صاحب سن لیا؟ آیئے اب ہم آپ کو بتلا دیں کہ اس کے خلاف میں کیا ثابت ہے۔ تاریخ خمیس میں ہے: مات بدمشق سنة خمس و ستین و ھو ابن ثلاث و سبعین کذافی المختصر (جلد ۲ صفحہ ۳۸)

یعنی مروان رضی اللہ عنہ نے ۶۵ ہجری میں وفات پائی اور ان کی عمر 73 برس تھی۔ اب 73 سے 65 کو تفریق کیا تو سن ہجری سے آٹھ برس پہلے ان کا پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے، کہیے عدم تحقیق پر کس کا قول مبنی ہے۔ اب اس سے بڑھ کر بھی سنیے اور اپنے دل سے غفلت کا پردہ اُٹھایے۔ حیوۃ الحیوان میں ہے: وفی مروان فی سنة خمس و ستین و کان عمرہ ثلاثا و ثمانین (جلد ۲: صفحہ: ۵۵)

یعنی مروان رضی اللہ عنہ ۶۵ھ میں فوت ہوا اور اس کی عمر ۸۳ سال تھی جس سے ثابت ہوا کہ مروان سن ہجری سے ۱۸ برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ آیئے ہم آپ کو اس سے بھی معتبر قول سنا دیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ جو اپنی صحیح میں مروان رضی اللہ عنہ کی ⇐⇐

[1] تاریخ خمیس جلد 2 ص: 307۔

[2] منہاج السنۃ، جلد: 2۔

((ھو صحابی عندطائفۃ کثیرۃ لانہ ولدفی حیاۃ النبی ﷺ))

''یعنی کثیر جماعت کے نزدیک امیر مروان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ان شواہد کی موجودگی میں ہمارے پاس امیر مروان رضی اللہ عنہ کے صحابی نہ ہونے کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں البتہ روایت کے لحاظ سے تابعی ہیں مگر اس پایہ کے راوی ہیں کہ آپ کی ثقاہت مسلمات کا درجہ رکھتی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے روایت کی۔''①

قبول اسلام:

ایک روایت کے مطابق کہ الحکم رضی اللہ عنہ اور مروان رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ الحکم فتح مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے مگر متعدد دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ بیٹا دونوں فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکہ ہی میں مقیم رہے۔ سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں انھیں مکہ سے مدینہ بلا لیا۔ حکم رضی اللہ عنہ اس وقت بہت بوڑھے اور ضعیف ہو چکے تھے سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ

⟸ روایت لائے ہیں جس پر آپ کو اعتراض ہے اپنی تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں: مات مروان رضی اللہ عنہ سنہ ثلاث و ستین وھو ابن احدی و ثمانین (صفحہ ٦٣) یعنی مروان رضی اللہ عنہ نے ۶۳ ہجری میں رحلت کی اور ان کی عمر ۸۳ برس تھی۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ مروان رضی اللہ عنہ سنہ ہجری سے ۱۸ برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ اور جب مروان رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے متعلق خود امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ تحقیق ہے کہ ان کی پیدائش سنہ ہجری سے ۱۸ سال پہلے کی تھی تو پھر وہ ان کی حدیث لانے سے کیوں رکیں گے۔ خصوصاً اس وقت کہ امام بخاری کی اس تحقیق پر صاحب حیٰوۃ الحیوان کا بھی صاد ہے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال ۱۱ ہجری کے وقت مروان رضی اللہ عنہ ۲۹ برس کے تھے پھر کون سا ایسا ذی عقل ہے جو اتنی عمر کے جوان شخص کی نسبت یہ شک کرے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے افعال و اقوال کو یاد رکھنا مشکل ہے۔ الامن سفعہ نفسہ کان مروان فقیھا، عالما الدیتا (تاریخ خمیس)

قال عروہ بن زبیر کان مروان لایتھم فی الحدیث وقدروی عنہ سھل بن ساعدی الصحابی اعتماد علی صدقہ وقد اعتمدہ مالك علی حدیثہ ورایہ و الباقرن سوی مسلم (ھدی الساری)

① البدایہ، جلد:8، صفحہ:257۔

نے صلہ رحمی کے طور پر جیب خاص سے ایک لاکھ درہم عطا کیے اور امیر مروان رضی اللہ عنہ سے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔ بیٹی کو جہیز میں ایک لاکھ درہم کا عطیہ عطا کیا۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ امیر مروان بہت بڑے فقیہہ، عالم اور ادیب تھے۔[1] اس لیے سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنا سیکرٹری بنایا۔

حالات قبل از خلافت:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں امیر مروان رضی اللہ عنہ مدینہ کے گورنر تھے۔[2] ایک مرتبہ عید کے دن امیر مروان رضی اللہ عنہ عید گاہ تشریف لائے اور نماز سے پہلے خطبہ دینے لگے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کھینچا۔ مگر آپ منبر پر چڑھ گئے اور خطبہ دینا شروع کر دیا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم تم نے تبدیلی کر لی۔ امیر مروان رضی اللہ عنہ نے بتایا جو بات تم جانتے ہو وہ گزر چکی ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی نسبت بعض دینی امور کا علم زیادہ رکھتے تھے۔

نمازِ عید سے پہلے عید کا خطبہ دینے کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملتا ہے اور بعض صحابیوں سے بھی۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امیر مروان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں صبح کرتے کہ آپ جنبی ہوتے پھر آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھ لیتے۔ حضرت امیر مروان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ تم یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ضرور بیان کرنا (اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں روزہ نہیں ہوتا)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذوالحلیفہ میں اپنی زمین پر تھے کہ حضرت

---

① تاریخ خمیس۔

② صحیح البخاری: کتاب التفسیر سورۂ الاحقاف۔

③ مسند احمد عن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔

عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ مجھ سے یہ بات فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی۔ بہر حال وہ دونوں امہات المومنین زیادہ عالم ہیں۔ ①

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں کے ایک دعویٰ پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی گواہی پر فیصلہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے حق میں کر دیا۔ ②

ایک مرتبہ امیر مروان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور خطبہ میں مکہ اور اہل مکہ کا ذکر کیا اور مکہ کی حرمت بیان کی۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے انھیں پکارا اور کہا کیا بات ہے کہ تم مکہ اور اہل مکہ کی حرمت کا ذکر کرتے ہو اور مدینہ اور اہل مدینہ کی حرمت کا ذکر نہیں کرتے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دونوں سنگستانوں کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیا ہے۔ امیر مروان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے ایسا ہی سنا ہے۔ ③

یہ تمام واقعات آپ کی مدینہ کی گورنری کے دور کے ہیں۔

علم و فضل:

امام ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں:

((مروان رجل عدل من كبار الا انه عند الصحابة و التابعين و فقهاء المسلمين . اما الصحابة فان سهل بن السامدى راوى عنه و اما التابعون فاصحابه فى السنن فان جاز هم باسم الصحبة فى احد القولين فاما فقها الامصار فكلهم على تعظيمه و اعتبار خلافته و التلفت الى فتواه و اما السفها من المورخين و الاوبا فيقولون على اقدارهم))

① صحيح البخارى و مسلم : كتاب الصوم .
② صحيح البخارى: كتاب الهبه.
③ صحيح مسلم: كتا ب الحجه فضل المدينه .

''امیر مروان رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و فقہا مسلمین کے نزدیک اس اُمت کی عظیم شخصیتوں میں سے تھے اور نہایت ثقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سہل بن سعد الساعدی نے ان سے روایت کی ہے اور تابعین میں سے ان کے ہم عمر صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ اگر ان پر دو قولوں میں سے ایک کے مطابق صحابیت کا اطلاق جائز ہوا ہے اور شہروں کے فقہا وہ تو سب کے سب ان کی تعظیم پر ان کی خلافت کی حجیت پر ان کے فتاویٰ کے لائق اعتنا ہونے پر اور ان کی روایات کی پیروی پر متفق ہیں لیکن ناسمجھ مورخین اور ادیب اپنے ظرف کے مطابق باتیں بناتے ہیں۔''[1]

- حضرت علی رحمہ اللہ (زین العابدین) بھی آپ کے راویوں میں سے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنۃ ص 123 میں اس پر تصریح کی ہے۔ روایت بخاری میں موجود ہے
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔
- مؤطا، امام مالک، صحیح بخاری اور سنن نسائی وغیرہ میں حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے ارشادات فتاویٰ اور قانونی فیصلے موجود ہیں اور فقہائے اسلام نے ان کو شرعی حیثیت دی ہے۔
- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت مروان رضی اللہ عنہ حدیث میں غیر متہم ہیں۔
- امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((وله قول مع اهل الفتيا))

''اہل فتویٰ امیر مروان رضی اللہ عنہ کے اقوال کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔''

- تاریخ خمیس میں ہے:

((وكان مروان فقيهًا عالمًا اديبًا))

''امیر مروان رضی اللہ عنہ فقیہ، عالم اور ادیب تھے۔''[2]

---

① العواصم، ص: 89، 90۔

② تاریخ خمیس۔

- عراک بن مالک رضی اللہ عنہ (جو صائم الدھر تھے) امیر مروان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کی مرویات کو اہل مصر لیث بن سعد نے یزید بن حبیبہ سے مسند احمد 328/4 میں روایت کیا ہے۔
- عبداللہ بن شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ جنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت امیر مروان رضی اللہ عنہ کی ان سے روایت مسند احمد ص:317/6 وص:323/6 میں ہے۔
- عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی امیر مروان رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح بخاری کتاب الوکالۃ میں ہے اور مسند امام احمد 321/4 طبع اولیٰ میں ہے۔
- مسند امام احمد ص:312/6 پر حارث بن ہشام کی حدیث ہے کہ وہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف امیر مروان رضی اللہ عنہ کا ایلچی بن کر گئے اور بعض احکام شرعیہ کی تحقیق کی۔
- مسند امام احمد کے ص:299/6 پر چند نمونے دیے گئے ہیں کہ حضرت امیر مروان رضی اللہ عنہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم کیا کرتے تھے۔
- اور سب سے اہم بات یہ کہ عبدالرزاق جو امام اہل یمن مشہور تھے وہ بھی امیر مروان رضی اللہ عنہ کے راویوں میں سے ہیں۔ حالانکہ ان میں تشیع بھی تھا۔
- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جن تابعین کی امیر مروان رضی اللہ عنہ سے روایت پر تصریح کی ہے ان میں سعید بن مسیب رحمہ اللہ بھی ہیں جو علمائے تابعین کے سردار ہیں۔
- فقہائے سبعہ میں سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی نے بھی امیر مروان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔
- عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آپ کے راویوں میں سے ہیں۔
- عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔

قرآن پاک سے آپ کا شغف:

من اقراء الناس القرآن کے لقب سے مشہور تھے۔

- علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امیر یزید رحمہ اللہ کی ولی عہدی سے پہلے امیر

مروان رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا ارادہ کر چکے تھے چونکہ امیر مروان رضی اللہ عنہ القاری الکتاب اللہ الفقیہ فی دین اللہ الشدید فی حدود اللہ یعنی آپ اللہ کی کتاب کے قاری، دین کے فقیہہ اور حدود اللہ قائم کرنے میں شدید تھے۔[1] لیکن سیاسی مصالح کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔

- جب آپ کی خلافت پر اجماع امت ہو چکا اور لوگ آپ کو اطلاع دینے کے لیے آپ کے خیمہ میں پہنچے تو دیکھا کہ شمع روشن ہے اور آپ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول ہیں۔

ایسے عظیم انسان کے متعلق صاحب خلافت وملوکیت جیسے لوگوں کا یہ کہنا اور وہ بھی سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مقدس ذات پر اتہام باندھتے ہوئے کہ:

> ''دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سیکرٹری کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کی ماموریت تھی۔ ان صاحب نے (کتنا سوقیانہ حملہ کیا ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی اور ان کے اعتماد سے فائدہ اُٹھا کر بہت سے کام ایسے کیے جن کی ذمہ داری لامحالہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر پڑتی تھی.........علاوہ ازیں یہ صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی خوشگوار تعلقات کو خراب کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے۔''

مودودی صاحب یوں تو اس ویا کھیان میں بزعم خویش بڑی دور کی کوڑی لائے مگر ثبوت کے طور پر ایک واقعہ بھی پیش نہ کر سکے۔

چندروز[2] ہوئے ایک صاحب سے انا مدینة العلم و علی بابھا پر گفتگو ہوئی۔ وہ صاحب ''میں نہ مانوں'' کی ہٹ پر اڑے رہے۔ میں نے ان کے ایک دوست کو لکھا کہ حضرت آپ کے یہ صاحب کیا فرما رہے ہیں تو انھوں نے جواب میں ایک بڑا مزیدار فقرہ لکھا کہ:

شاید بقول ابو یزید محمد دین بٹ یہ سب نسلی عصبیت کی کارفرمائی ہو۔ میں کہتا ہوں یہ سب نسلی

[1] البدایہ، جلد: 8، ص: 257۔

[2] ان شاء اللہ یہ خط وکتاب جلد طبع ہو جائے گی۔

عصبیت کی کارفرمائیاں ہیں۔

انھیں ایام میں مجھے مشکوٰۃ المصابیح کی جلد 3/4 ملی جس پر من فوائد غزنویہ کے عنوان سے حاشیہ لکھا گیا ہے۔ صاحب فوائد غزنویہ امیر مروان رضی اللہ عنہ کے خلاف خوب برستے نظر آئے۔[1] چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

- مروان حاکم تھا اور ظالم، ص: 248۔
- اس حدیث کا راوی ہر چند ناصبی مذہب یعنی مخالف اہل بیت تھا۔ ص: 375/3۔ مشکوٰۃ المصابیح میں باب الصلح فصل اول کی یہ پہلی حدیث ہے جو مسعود بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صاحب فوائد غزنویہ مسلک اہلحدیث کے اکابرین میں سے ہوئے ہیں۔ نہ معلوم آپ کو حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے حاشیہ پر ''ناصبی اور مخالف اہل بیت'' کا الہام کیسے نازل ہو گیا۔ پھر لکھتے ہیں:
- پھر اجتماع کیا اوپر مروان رضی اللہ عنہ بے منتظم کے اور شروع ہوئے یہاں سے فتنے ص: 104/4 مگر صحیح بخاری کے علاوہ موطا امام مالک رحمہ اللہ اور سنن نسائی وغیرہ صحاح کی عظیم ترین کتب میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کے ارشادات، فتاویٰ اور قانونی فیصلے مندرج ہیں۔ اور فقہا اسلام نے انھیں شرعی نظائر کا مقام دیا ہے گویا فقہ اسلامی میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بلند ہے۔ یہ چند سخن گسترانہ باتیں درمیان میں آگئیں۔ کاش کہ اس قسم کے لوگ جو صحیح معنوں میں روشنی کے مینار اور ہدایت کے چراغ کہلانے کے مستحق تھے وہ نسلی عصبیت کو جھٹک کر امیر مروان رضی اللہ عنہ کی اس جلالت شان کو دیکھتے جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اصابہ میں تاج الدین سبکی نے طبقات شافعیہ کبریٰ میں مشہور لغوی ابو منصور محمد بن احمد بن ازہر نے تہذیب للغتہ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنۃ میں، امام ابن العربی نے العواصم میں اور متاخرین میں سے محمود احمد عباسی رحمہ اللہ نے حقیقت خلافت وملوکیت میں بیان کی ہیں۔

دوسری صدی ہجری کے خاتمہ تک امیر مروان رضی اللہ عنہ کی ذات ایسے معترانہ اور ثقہ راویوں کے

[1] اس کے تعاقب میں فوائد غزنویہ پر ایک نظر طبع ہو چکی ہے تین روپے کے ٹکٹ بھیج کر طلب کیجیے۔

ہاں مسلمات کا درجہ رکھتی تھی جن کا اسلام میں مقام نہایت بلند تھا آج ان کی ذات پر کیچڑ اُچھالنا کس قدر افسوناک ہے کبرت کلمة تخرج من افواھم ان یقولون الا کذبا.

کوئی کہاں تک ایسے نسلی عصبیت کے نمخچیردں کا ماتم کرے جو اس قدر بھی نہیں جانتے کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کرنے والوں میں سینکڑوں اجل صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جن میں متعدد بدری اور بیعت رضوان میں شامل بھی تھے اور پھر امیر مروان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد تاریخ میں تو کسی کی نکسیر پھوٹنے کا بھی ذکر نہیں مگر ان صاحب کو ہر طرف فتنے ہی نظر آنے لگے۔

- مروان مکر کرنے والا تھا۔[1]

میں یہاں نہایت دردمندانہ طور پر قارئین کے سامنے یہ اپیل کروں گا کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ کی وہ عدالت وجلالت، علمیت وفضلیت، تفقہ واجتہاد اور عظمت (بزرگی دیکھیں جو موطا، صحیح بخاری، سنن نسائی اور صحاح کی دوسری کتب میں موجود ہیں اور جو صحابہ رضی اللہ عنہ تابعین، تبع تابعین اور فقہاء و محدثین اور علماء اسلام رحمہم اللہ نے ان کے بارے میں دی ہیں یا اس قسم کے خرافات کو مانیں جو متاخرین میں سے چند سبائیت زدہ ذہنوں کی پیداوار ہیں۔ تو ہمیں صاحب فوائد غزنویہ قسم کے لوگ صاف نظر آتے ہیں۔

؂ دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

یا تو یہ سب نسلی عصبیت کی کارفرمائیاں ہیں اور یا یہ لوگ حقائق کو سمجھتے ہوئے عقل وذہن کو مداہنت کے حوالے کر کے اور نام نہاد شعیہ سنی اتحاد کے کابوس کا شکار ہو کر اس قسم کی بے تکی کہے جا رہے ہیں۔

امیر مروان رضی اللہ عنہ کی فراستِ ایمانی اور آپ کی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جب سفر کوفہ کے ارادے سے نہ رُکے تو امیر مروان رضی اللہ عنہ نے امیر عبید اللہ بن زیاد کو لکھا:

[1] ص:452/4 صاحب فوائد غزنویہ مشکوٰۃ۔

((اما بعد فان الحسین بن علی قد توجه الیك وهو الحسین بن فاطمه و فاطمه بنت رسول الله و تاالله ما احد یسلمه الله احب الینا من الحسین فایاك ان تهیج علی نفسك مالا یسده شیی ولاتنساه العامة ولاتدع ذکره آخر الدهر والسلام))

''امابعد تمھیں معلوم ہو کہ حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ تمھاری طرف روانہ ہو چکے ہیں (یہ تو تمھیں معلوم ہے کہ) حسین رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ خدا کی قسم حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ (خدا انھیں سلامت رکھے) کوئی شخص بھی ہم کو محبوب نہیں، خبردار ایسا نہ ہو کہ تم نفس کے ہیجان میں کوئی ایسا کام کر بیٹھو جس کے برے نتائج کو امت فراموش نہ کر سکے اور رہتی دنیا تک اس کا ذکر نہ بھولے اور قیامت تک اس کا تذکرہ ہوتا رہے۔''[1]

اسی خط کا ذکر مشہور شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی سپہر کاشانی نے بھی اپنی مشور تالیف ناسخ التواریخ کتاب دوم جلد 6 صفحہ 212 طبع ایران 1309ھ میں مذکورہ بالا الفاظ میں کیا ہے۔

ذرا نظر انصاف سے غور فرمایئے کہ اس خط سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کس قدر محبت، رافت، دلسوزی، رقت اور ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور پھر اس پر بھی غور کیجیے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے اپنی مومنانہ فراست سے اس خط میں جن خدشات کا اظہار فرمایا تھا وہ آگے چل کر کس قدر صحیح ثابت ہوئے۔

امیر مروان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رحمہ اللہ (زین العابدین):

سیدنا علی رحمہ اللہ، امیر مروان رضی اللہ عنہ کے بہترین دوستوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ سیدنا علی رحمہ اللہ نے امیر مروان رضی اللہ عنہ سے ایک لاکھ روپیہ قرض حسنہ کے طور پر لیا جو ادا نہ کر سکے۔ امیر مروان رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات اپنے بیٹے عبدالملک کو وصیت کی کہ یہ رقم ان سے وصول نہ کریں۔[2]

---

[1] البدایہ والنہایہ، جلد:8، ص:165۔

[2] البدایہ، ج:9، ص:104۔

سیدنا علی رحمہ اللہ (زین العابدین) اور امیر مروان رضی اللہ عنہ:

تمام تاریخی کتب میں یہ واقعہ نہایت صراحت سے موجود ہے کہ واقعہ حرہ کے وقت جب امیر مروان رضی اللہ عنہ شام کو چلے گئے تو ان کے تمام خاندان کے افراد کو سیدنا علی رحمہ اللہ اپنی جاگیر ینبع میں لے گئے اور جب امن ہوا تو امیر مروان رضی اللہ عنہ کے تمام اہل بیت کو اپنے بیٹے کے ہمراہ ان کے پاس بھجوادیا۔

صرف ان دو واقعات سے ہی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے تعلقات امیر مروان رضی اللہ عنہ سے کس قدر خوشگوار تھے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((عن جعفر بن محمد عن ابیه ان الحسن و الحسین کا نا یصلیان خلف مروان))

''جعفر بن محمد (الباقر) اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ (حضرات) حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ (حضرت) مروان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔''

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم عصر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کا مقام کس قدر بلند تھا۔

امیر حج:

مالدار آدمی پر زندگی میں ایک بار حج کی ادائیگی فرض ہے۔ ذرا غور کا مقام ہے۔ امیر حج ہونے کی سعادت صرف اسی آدمی کو آج تک حاصل ہوتی رہی جو اس دور کا سب سے متقی، پرہیزگار اور اوامر و نواہی کا پورا علم رکھنے والا ہوتا تھا۔ سیدنا امیر مروان رضی اللہ عنہ کو زندگی میں چھ بار امیر حج ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور نہ معلوم ویسے انھوں نے کتنے حج کیے ہوں گے۔

42ھ، 43ھ، 45ھ، 48ھ، 54ھ، 55ھ میں بہ نیابت امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ امیر حج کے فرائض انجام دیے۔

یہاں یہ امر بھی ذہن میں رکھیے کہ اس وقت ہزاروں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے جن کی

موجودگی میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کا امیر حج مقرر کیا جانا کتنی بڑی سعادت ہے۔ ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی اقتداء میں مناسک حج ادا کیے اور نمازیں پڑھیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کو سید شباب قریش کہا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سیکرٹری رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں متعدد بار مدینہ کے عامل رہے۔ طبعاً حد درجہ فیاض اور سیر چشم تھے۔

اسلم مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ جن کی وفات 114 برس کی عمر میں ہوئی۔ امیر مروان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مودگی میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جن کی وفات 45ھ میں ہوئی ان کی نماز جنازہ بھی امیر مروان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جنازہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن میتب بھی شامل تھے۔ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی نمازیں بھی آپ نے پڑھائیں۔

سیدنا علی رحمہ اللہ (زین العابدین) بن حسین رضی اللہ عنہ امیر مروان رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے:

((اما علی بن حسین ﷺ فمن کبار التابعین وصاداتهم علماء و دینا اخذ عن ابیه رافع مولی النبی ﷺ و عائشه ﷺ وام سلمه و صفیه امهات المومنین و عن مروان بن الحکم وسعید بن المسیب و عبدالله بن عفان ذکوان مولی عائشه ﷺ و منهاج السنة))

''اور لیکن سیدنا علی رحمہ اللہ (زین العابدین) جو کبار تابعین اور اہم شخصیتوں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے باپ (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) حضرت ابن عباس، حضرت مسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہم، (سیدہ کائنات) عائشہ، سیدہ ام سلمہ، سیدہ صفیہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور سیدنا مروان بن الحکم، سیدنا ابن میتب، سیدنا عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہم اور سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام سیدنا ذکوان رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا۔'' [1]

[1] جلد 2، ص: 123 مطبوعہ مصر 1321ء۔

امیر مروان رضی اللہ عنہ کن حالات میں خلیفہ منتخب ہوئے:

12 ربیع الاول 64ھ کو امیر یزید رحمہ اللہ کی وفات کے بعد سیدنا معاویہ بن یزید رحمہ اللہ کو متفقہ طور پر خلیفہ اسلام تسلیم کر لیا گیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن یزید رحمہ اللہ بیس سالہ نوجوان تھے۔ مگر دائم المریض تھے۔ مختلف روایات کے مطابق 40 روز یا دو ماہ یا تین ماہ کے بعد فوت ہو گئے۔ امیر یزید رحمہ اللہ کے دوسرے بیٹے خالد اپنی تصنیف و تالیف اور سائنسی تجربات میں مشغول رہے۔

امیر مروان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر 3 ذی قعد 64ھ کو بیعت ہوئی۔ اس صورت میں کہ ہم امیر معاویہ ثانی کی وفات کو ربیع الثانی 64ھ کے آخر میں تسلیم کریں منصبِ خلافت تقریباً چھ ماہ تک عالم اسلام کے متفقہ طور پر تسلیم کیے گئے خلیفہ سے محروم رہا۔

امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جبکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلافت موقتہ کے خلاف خروج کر کے مکہ میں اقامت گزیں تھے۔ ان کے خروج کے دوران گورنر مدینہ نے ان کے بھائی عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جو محکمہ احتساب کے افسر اعلیٰ (جنرل انسپکٹر پولیس) تھے ان کے پاس بھیجا کہ اپنے بھائی کو سمجھائیں مگر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے کو کہا کہ میں تو امیر المومنین کی بیعت میں ہوں اور جب عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے انھیں گرفتار کر کے لاتوں، گھونسوں اور مکوں سے پٹوا کر حرم کعبہ میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد طائف کے چالیس سرکردہ افراد کو بلایا۔ جو ان کے خروج کے خلاف تھے ان کی بھی عین حرم کعبہ میں گردنیں اڑا دیں۔ حالات کو بگڑتے دیکھ کر امیر یزید رحمہ اللہ نے مشہور صحابی مسلم رضی اللہ عنہ بن عقبہ کی سرکردگی میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک لشکر بھیجا، مگر مسلم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور مرنے سے پہلے انھوں نے حصین بن نمیر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ انھی ایام میں امیر یزید کو خبر پہنچی تو حصین بن نمیر رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابن زبیر کو کہا کہ میرے ساتھ دمشق چلیے۔ آپ کو خلیفہ اسلام تسلیم کر لیا جائے گا۔ مگر سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حصین بن نمیر کے مشورہ کو ٹھکرا دیا اور مکہ میں بیٹھے ہوئے یہ سمجھ لیا کہ میں عالم اسلام کا متفقہ خلیفہ ہوں۔ آپ کی خود ساختہ خلافت کا دائرہ اثر حجاز کے کچھ حصے تک ہی محدود رہا اور عالم اسلام خلیفہ کے وجود سے خالی تھا۔ ڈیڑھ دو ماہ یہ خلاء امیر

معاویہ ثانی کی وجہ سے پر ہوا اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی خلا پیدا ہو گیا۔

جاہلیت کے زمانے میں شام میں دو نہایت جنگجو قبیلے بنو کلب اور بنو قیس آباد تھے۔ جو ایک دوسرے کے حریف تھے۔ اسلام نے ان کی باہمی دشمنیوں کو محبت اور اخوت میں بدل دیا تھا۔ اب تخت خلافت خالی دیکھ کر دونوں قبیلے ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔ یہ تھے وہ حالات جب ملک شام کے عمائدین نے چھ ماہ کے بعد متفقہ طور پر امیر مروان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی اس بیعت میں بنو امیہ کو بنو کلب، غسان اور طے کے قبائل کی بھی پوری پوری تائید حاصل تھی۔ مگر بنو قیس کے قبیلہ نے اسے بنی کلب کی کامیابی سمجھا۔

آخر بنو قیس مرج راہط کے مقام پر خلافت کی فوجوں سے ٹکرا گئے اور شکست کھائی اور امیر مروان رضی اللہ عنہ عالم اسلام کے متفقہ خلیفہ تسلیم کر لیے گئے۔

امیر المومنین امیر مروان رضی اللہ عنہ کی خلافت کسی قسم کے ہنگامی حالات کا نتیجہ نہ تھی۔ بلکہ جب عمائدین اسلام خوب غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو بزعم خویش مدعی خلافت ہیں وہ صرف مکہ اور مضافات مکہ کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان کی نام نہاد خلافت کا دائرہ اثر یا دائرہ اختیار حجاز کے کچھ حصے اور عراق کے کچھ حصے تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ اس وقت تمام شمالی افریقہ، مراکش تک شمال مشرق میں چینی سرحدات اور مشرق میں تمام صوبہ سندھ مملکت اسلامیہ میں شامل تھے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم تھا اور مختلف صوبہ جات کے عمال کی للٰہیت کہ انھوں نے اپنے اپنے صوبہ جات کا نظم ونسق بحال رکھا۔ ورنہ مرکز کمزور ہونے کی صورت میں تمام ملک میں تباہی وبربادی پھیل سکتی ہے اور یہاں تو مرکز ہی سرے سے خالی پڑا تھا۔

یہ تھے وہ حالات جن میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر امت مسلمہ نے متفقہ طور پر بیعت کر کے آپ کو عالم اسلام کا خلیفہ منتخب کیا۔

مسلمانوں کو خوب معلوم تھا کہ اس سے پہلے امیر مروان رضی اللہ عنہ کئی سال تک بڑی کامیابی سے مدینہ کی گورنری کے فرائض انجام دے چکے ہیں اور اس سے پہلے سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور

خلافت میں ان کے میرمنشی رہ چکے تھے۔

قصی بن کلاب ہاشمی، اموی و اسلامی وغیرہ خاندانوں کے جدِ اعلیٰ تھے۔ مکہ میں شہری جمہوریت کے بانی وہی تھے۔ انھوں نے مختلف امور کی سرانجام دہی کے لیے چودہ عہدے مقرر کیے تھے۔ یہ عہدے آگے چل کر قریش کے دس خاندانوں میں منقسم ہوگئے۔

بنو ہاشم کے پاس سقایہ وعمارہ تھا۔ ظہور اسلام کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے پاس یہ عہدہ تھا۔ سیدنا فاروق اعظم کے خاندان بنی عدی کے پاس نزاعی معاملات کے تصفیے اور سفارت کے عہدے تھے۔ خون بہا اور مالی تاوان کا عہدہ قومی نشان کے علمبردار کا تھا اور ظہور اسلام کے وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ عہدہ تھا۔ جنگی عہدوں میں سب سے بڑا عہدہ قومی نشان کے علمبردار کا تھا اور اسی کی قیادت میں لوگ جمع ہوئے تھے یہ عہدہ بنوامیہ میں متوارث تھا۔ ظہورِ اسلام کے وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، عفان اور امیر مروان رضی اللہ عنہ کے باپ الحکم چچازاد بھائی تھے۔ اس لحاظ سے مکہ کی سیاست میں چونکہ بنوامیہ ایک خاص مقام رکھتے تھے اس لیے ظہور اسلام کے وقت یہ تینوں چچازاد سیاسی طور پر قدآور شخصیتوں کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ الحکم سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے سگے چچا تھے۔ تاریخی طور پر الحکم کا نام پہلی بار سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ بعثت نبوی کے دوسرے تیسرے روز دولت اسلام سے مشرف ہوئے تو الحکم نے مضبوط رسے سے ان کی مشکیں باندھ دیں اور انھیں دھمکاتے ہوئے کہا تو اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف ہوگیا ہے اللہ کی قسم میں تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تو دوبارہ اپنے دین میں نہ آجائے، مگر سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم! میں دین اسلام کو ترک نہیں کروں گا خواہ یہ اذیتیں سہتے سہتے میری جان بھی کیوں نہ چلی جائے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ یعنی الحکم کے چچازاد اپنے قبیلے کے سید تھے۔ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ لکھتے ہیں۔ ھو سید قریش کلہا فی زمانہ (جلد 3 ص 480) ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں تمام قریش کے سردار تھے۔

اس قسم کے شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ الحکم مکہ کے روسأ میں سے تھے۔

امیر مروان رضی اللہ عنہ بن الحکم کی اولاد کے نکاح میں فاطمی شہزادیاں

یوں تو بیسیوں فاطمی شہزادیاں اموی اور عباسی شہزادوں کے نکاح میں تھیں اور بیسیوں اموی اور عباسی شہزادیاں فاطمی شہزادوں کے نکاح میں تھیں مگر یہاں صرف ان فاطمی شہزادیوں کا ذکر مطلوب ہے جو صرف امیر مروان رضی اللہ عنہ کی اولاد کے نکاح میں تھیں تا کہ یہ سمجھنے میں مدمل سکے کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ کے خلاف از قسم خرافات جو کچھ نام نہاد مزاج شناسانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں سراسر اتہامات اور بہتانات پر مبنی ہے اور یا جو کچھ صاحب فوائد غزنویہ کی قسم کے بزرگوں نے بیان کیا ہے وہ محض ان کی علمی بے بصیرتی یا نسلی عصبیت کی کارفرمائی ہے۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں لایے کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ اگر واقعی بدکردار انسان تھا تو اس کی اولاد کو بھی یقیناً بدکردار ماننا پڑے گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ طالبی اور علوی بزرگوں نے اپنے ہاشمی نوجوانوں کو نظر انداز کر کے اپنی درجنوں بیٹیوں کو اموی نوجوانوں اور خاص کر امیر مروان رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کے نکاح میں دے دیا۔

اور اگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ یعنی زوجہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اول فرج غصبیت ماننا یا سیدہ نفیسہ بنت زید بن حسن کی طرح خرجت الی الولید کی پھبتی ہی چست کر کے دل کا غبار نکالنا مطلوب ہے تو ان بے بصیرت لوگوں کو یہ کیوں نظر نہ آیا کہ اس قسم کے کلمات سے ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یا سیدنا ولید بن عبدالملک کو بدنام نہیں کر رہے بلکہ علوی شہامت، شجاعت اور غیرت کا جنازہ نکال رہے ہیں ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

1. سیدہ رملہ بنت علی رضی اللہ عنہا جو اُم سعید کے بطن سے تھیں معاویہ رضی اللہ عنہ بن مروان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ [1]

[1] جمہرۃ الانساب ص 80، مقام بنی امیہ ج 1، ص: 14 بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص 23۔

2. سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین عبد الملک بن مروان سے بیاہی گئیں۔ ①

3. نفیسہ بنت زید بن حسن ولید بن عبد الملک بن امیر مروان رضی اللہ عنہم کے نکاح میں تھیں ان سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ مشہور شیعہ مورخ مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں اس نکاح کا ذکر نہایت سوقیانہ انداز سے کرتا ہے۔ خرجت الی الولید یعنی وہ ولید کے پاس چلی گئی۔ اس منہ پھٹ رافضی کو شرعی نکاح کا اعتراف کرتے ہوئے شرم آئی مگر سیدہ نفیسہ کے متعلق یہ بے ہودگی روا رکھتے ہوئے حیا نہ آئی۔

اس کی پوری عبارت سنیے:

((وکان لزید (بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ) ابنة اسمها نفیسه خرجت الی الولید بن عبدالملك)) ②

یہ زید بن حسن میدان کربلا میں موجود تھے۔

4. خدیجہ بنت حسین بن حسن رضی اللہ عنہم یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دوسری پوتی امیر المومنین عبد الملک بن امیر مروان رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹے کے نکاح میں تھیں جن کے بطن سے محمد الاکبر حسین، اسحاق اور مسلمہ پیدا ہوئے۔ ③

5. سیدہ زینب بنت حسن مثنیٰ بن سیدنا حسن ولید بن عبد الملک کے نکاح میں تھیں۔ ④

سیدہ زینب کے والد سیدنا حسن مثنیٰ اپنے چچا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ کربلا میں موجود تھے۔ سیدنا حسن مثنیٰ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے داماد بھی تھے اور بری طرح زخمی ہوئے تھے۔

6. سیدہ بنت حسن مثنیٰ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن امیر مروان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جن کے بطن سے ولید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ⑤

---

① البدایہ 9/69، تاریخ الامت 3/70 بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص: 103۔

② عمدۃ الطالب، ص: 49 طبع اول۔

③ جمہرۃ الانساب ص 100، مقام بنی اُمیہ 1/14 بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے تعلقات۔

④ جمہرۃ الانساب، ص: 36، بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے تعلقات، ص: 105۔

⑤ جمہرۃ الانساب ص 80، 100 بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے تعلقات، ص: 105۔

7. سیدہ حمادۃ بنت حسن مثنیٰ امیر مروان رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کے بیٹے یعنی اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم کے نکاح میں تھیں۔ ان کے بطن سے سیدنا حسن کے تین اموی نواسے محمد الاصغر، ولید اور یزید پیدا ہوئے۔ ①

8. سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں ان کا پہلا نکاح عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے ہوا جو کربلا میں شہید ہو گئے۔ دوسرا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا اور ان کے مقتول ہونے کے بعد تیسرا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکم سے ہوا اور چوتھا نکاح اصبغ بن امیر مروان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ②

ان اصبغ کے گھر سیدہ سکینہ سے پہلے امیر یزید رحمہ اللہ بن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام یزید تھیں۔ ③

9. سیدہ رملہ بنت محمد بن جعفر طیارہ رضی اللہ عنہم، سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن امیر مروان رضی اللہ عنہ سے بیاہی گئیں۔ ④

10. سیدہ اُم ابیہا بنت عبداللہ بن جعفر طیار امیر المومنین عبدالملک بن امیر مروان رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں تھیں۔ ⑤

11. سیدہ ربیعہ بنت علی الزینبی ابن عبداللہ امیر یزید بن ولید بن عبدالملک بن امیر مروان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ سیدنا علی الزینبی سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہم کے بطن سے تھیں۔ یہ وہی زینب ہیں جنھیں شیعیت واقعہ کربلا کا ہیرو بنا کر پیش کرتی ہے اور لطف یہ کہ آپ باقی قافلہ کے ساتھ دمشق سے مدینہ واپس نہیں لوٹی تھیں۔ ان کا مزار آج بھی دمشق میں موجود ہے۔ انہی

---

① جمہرۃ الانساب، ص:100، مقام بنواُمیہ 1/14، بنو ہاشم اور بنواُمیہ کے تعلقات، ص:104۔

② طبقات ابن سعد۔

③ جمہرۃ الانساب، ص:96,97 کتاب المعارف، ص:94 کتاب نسب قریش، ص:59۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات، ص:۱۰۵۔

④ کتاب المجر ص:449۔ جمہرۃ الانساب، ص:104 بنو ہاشم اور بنواُمیہ کے تعلقات، ص:108۔

⑤ نسب قریش ص:83، جمہرۃ ص:62، مودۃ القربیٰ ص:115، تاریخ ملت 3/187 بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے تعلقات ص:107۔

سیدہ ربیعہ نے امیر یزید کی موت کے بعد دوسرا نکاح بکار بن عبدالملک سے کر لیا۔ ①

مروان رضی اللہ عنہ شیعیت، ابن خلدون اور طبری:

ابن خلدون اور طبری لکھتے ہیں۔ سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر جب بلوائیوں نے مسجد نبوی میں سنگ باری کی اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے تو آپ کو گھر پہنچا دیا گیا۔ ہوش میں آئے تو لوگوں کو لڑائی سے روک دیا۔ علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ عیادت کو آئے اس وقت چند اموی معہ مروان رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا۔ یہ سب کارروائیاں تمھاری ہیں۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اُٹھ کر باہر نکل گئے۔ ② یہی ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ جو ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے حریف تھے چوٹی کے عدالت والے تھے ان کے فتاویٰ سے امام مالک رحمہ اللہ کا استدلال کرنا ہی ان کی عدالت کے لیے کافی ہے۔ اس طرح ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابن عباس رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عبدالملک کی بیعت کر لینا ان کی عدالت کا روشن ثبوت ہے کیونکہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت صحیح اس بنا پر نہ تھی کہ اس میں ارباب حل وعقد موجود نہ تھے اور مروان رضی اللہ عنہ کی بیعت میں موجود تھے۔ ③

---

① الحجر، ص:44، بنو ہاشم وبنو اُمیہ کے تعلقات، ص:109,108۔

② ترجمہ ابن خلدون، حصہ اول ص:45، طبری حصہ سوم، ج:2، ص:458۔

③ ترجمہ مقدمہ ابن خلدون، ج:2، ص:73۔ ابن خلدون کو بہت بڑا محقق اور مؤرخ تسلیم کیا جاتا ہے اس کے دونوں قول آپ کے سامنے ہیں حالانکہ وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ میں نے جو کلی اور جزوی حالات لکھے ہیں وہ اکثر تاریخ طبری کا خلاصہ ہیں۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے رسول ص558، سطر 15) تاریخ طبری جو ابن خلدون کا ماخذ ہے اس کے مؤلف طبری کا رفض مسلمات کا درجہ رکھتا ہے طبری کا ماخذ ابومخنف رافضی کی تالیفات ہیں۔ اس لیے ابن خلدون کی تاریخ میں اکثر واقعات رفض کی ترجمانی ہو کر رہ گئے ہیں چنانچہ ابن خلدون خود اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ لیکن میں نے اس امید پر اہل بیت کی طرف سے تردید کی اور جھگڑا کیا کہ وہ میری طرف سے قیامت کے دن جھگڑیں۔ (ترجمہ مقدمہ ابن خلدون حصہ اول ص 201، سطر 13 تا 15) ابن خلدون کے اس اعتراف سے چند امور مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلی بات اہل بیت کی طرف سے ⇐⇐

سب صحابہ کیوں:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کائنات ارضی پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے والوں کا ایک ایسا گروہ دنیا میں چھوڑ کر رخصت ہوئے جنھوں نے چند سالوں کے اندر ارضِ معلوم کی دو سب سے بڑی ہزار ہا سالہ سلطنتیں یعنی ایران وروم کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کر کے رکھ دیا۔ ایرانی مجوسیت اور رومی نصرانیت کی تباہی سے پہلے نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی یہودکو ان کی بداعمالیوں، بدکرداریوں، غداریوں اور وعدہ خلافیوں کی وجہ سے اسلامی ریاست سے نکل جانے کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ گو دنیا میں یہود کی اپنی کوئی ریاست نہ تھی مگر یہ لوگ اپنی عیاریوں، مکاریوں اور سودخورانہ ذہنیت کے بل بوتے پر تنیدوے کی طرح تمام دنیا کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھے۔

ان تینوں طاقتوں نے اپنے اپنے طور پر اسلام کی بیخکنی کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔ سب سے پہلے ایک فرزند مجوس ابولولو فیروز نے ؏

با آل عمر کینہ قدیم است عجم را

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عین نماز کے لیے کھڑا ہونے کے وقت شہید کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد بارہ سال تک یہ لوگ اپنے اپنے طور پر زیر زمین سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ اس عرصہ میں یمن کا ایک بہت بڑا یہودی عالم عبداللہ بن سباء اس تحریک میں شامل ہو گیا۔ مگر اس نے یہودی رہتے ہوئے اسلام دشمن تحریک کی کامیابی کی راہ مسدود پاتے ہوئے بظاہر مسلمانی کا لبادہ اوڑھنا ضروری سمجھا۔ چونکہ وہ بہت بڑا لسان اور جادو بیان خطیب تھا۔ اس لیے ایسے تمام عناصر اس کی قیادت کے پرچم تلے جمع ہو گئے اور ان لوگوں نے سیدنا حضرت

⇐⇐ تردید کرنا یعنی سچی باتوں کو جھٹلانا۔ دوسری بات اہل بیت کے مفہوم تک سے ناواقفی۔ تیسری بات اللہ تعالیٰ سے جھگڑنا، قرآن وحدیث سے بیگانگی۔ ایسی صورت میں ان واقعات میں جو شیعہ سنی مناقشات کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں یعنی جو واقعات سادات بنوامیہ کے خلاف اور جو بنوفاطمہ کے حق میں بیان کرتا ہے ان میں ابن خلدون کو (Authority) تسلیم کرنا گویا مقدمہ کے ایک فریق کی بات تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔ ابن خلدون اپنی تاریخ میں مؤرخ نہیں بلکہ فریق مقدمہ یا ایک طرفہ وکیل ہو کر رہ گیا ہے۔

ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث کو چالیس روز بھوکے پیاسے تڑپا تڑپا کر عین جوار نبی ﷺ میں شہید کر دیا۔ یہ سب کچھ تو ہو چکا مگر وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ ہم تب تک مزید کامیابیوں سے ہمکنار نہیں ہو سکیں گے جب تک اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی قد آور شخصیت کی آڑ نہ لیں گے۔ حالات کی ستم ظریفی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گھیرنے میں یہ لوگ کامیاب ہو گئے۔ اس مقام سے اس شوشہ نے فروغ پایا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بلافصل بعد خلافت کے حقدار تھے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق خلافت کے غاصب تھے۔ ان لوگوں کا یہ خبث اب اپنے انڈے بچے چھوڑنے لگا اور اس نے ایک سلسلہ دراز کی صورت اختیار کر لی اور یہاں تک کہنے میں باک نہ سمجھا گیا کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد سوائے تین چار کے سب صحابہ رضی اللہ عنہم مرتد ہو گئے۔ وقت نے ایک اور کروٹ لی، جمل، صفین کے معرکے ہوئے چونکہ یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھی محبّ نہ تھے لہٰذا ان پر بھی ایک شقی نے خنجر کی دھار آزمائی، پھر حسن رضی اللہ عنہ کو بھی اس جرم میں کہ انھوں نے ان لوگوں کی تخریب کارانہ سرگرمیوں کا سر کچلنے کے لیے وقت کے سب سے بڑے مدبر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ نہ بخشا اس شیر بیشہ حریت یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے کس بل نکال کر رکھ دیے مگر جونہی انھوں نے اپنی آنکھیں موندھیں ان بدکرداروں نے نواسہ رسول، جگر گوشہ علی رضی اللہ عنہ لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھیر کر کوفہ بلایا۔ مگر جب انھیں مضافات کوفہ میں پہنچ کر ان کی سازش کا علم ہوا اور وہ امیر یزید رحمہ اللہ کے پاس پہنچنے کے لیے عازم دمشق ہوئے تو انھیں بھی اپنے نیزوں کی اَنیوں پر رکھ لیا اور واویلا شروع کر دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزیدی فوج نے شہید کر دیا ہے۔ گویا اس مقام پر پہنچ کر مجوسیت، نصرانیت اور یہودیت کے گٹھ جوڑ نے جو ہیولیٰ اختیار کیا اس نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی آڑ میں صدیق اکبر، فاروق اعظم، سیدنا ذوالنورین کے بعد امیر مروان اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم امیر یزید رحمہ اللہ سب کو کافر و مرتد قرار دیا۔

حقیقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنا ایک واسطہ تھا اور ہے نبی اکرم ﷺ کے حضور میں گستاخی کا ورنہ حقیقتاً یہ لوگ منکر ہیں رسالت محمد ﷺ کے اور دشمن ہیں اسلام کے۔

دنیا میں ان کے خودساختہ مذاہب اسلامی فتوحات کی زد میں آئے اور ان کی مذہبی، سیاسی اور استحصالی سیادتیں ختم ہو گئیں۔ اس وقت ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ تھے مگر ان میں سے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام کسی خاص اہم کارکردگی کی وجہ سے تاریخ وسیرت اور اسماء الرجال کی کتب میں موجود ہیں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ یہاں ضروری ہے تاکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، امیر یزید رحمہ اللہ، امیر مروان رضی اللہ عنہ، امیر عبدالملک رحمہ اللہ اور ولید رحمہ اللہ اور سلیمان رحمہ اللہ اور ہشام یعنی خلفائے سادات بنوامیہ کی جلالت شان کا اندازہ ہو سکے۔



امیر مروان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

مدت خلافت: امیر مروان ایک سال۔

1. مالک بن ہبیرہ بن خاور الکندی رضی اللہ عنہ: فتح مصر میں شامل تھے۔ راوی حدیث ہیں۔
2. عبداللہ بن سعد الفرازی رضی اللہ عنہ۔
3. اسماء بن خارجہ رضی اللہ عنہ۔
4. عمرو بن سفیان البکائی رضی اللہ عنہ: جھوٹی حدیثیں وضع کرنے والوں پر لعنت کرتے تھے۔

عبدالملک بن مروان (65 تا 86ھ):

امیر مروان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے فاضل ترین بیٹے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ اپنے زمانے کے مشاہیر فضلا اور فقہاء میں سے تھے۔ مؤطا کتاب الفقیہ، کتاب المکاتب، کتاب العقول میں ان کے فیصلے موجود ہیں اور کتاب النکاح میں مالک بن ابی عصبہ کی حدیث ان کے فضائل کی ترجمان ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الادب المفرد میں ان سے روایت کی ہے۔ اسی طرح سے امام زہری، عروہ بن زبیر، خالد بن معدان، رجاء بن حیوۃ بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام نافع کہتے ہیں کہ میں نے عبدالملک سے بڑھ کر قرآن کا قاری اور سنت کا متبع نہیں دیکھا۔ مدینہ میں صرف چار آدمی فقیہہ تھے۔ سعید بن میسب، عروہ بن زبیر، قبیصہ بن ذوئب اور عبدالملک۔ شعبی کہتے ہیں جن لوگوں کے پاس بیٹھا اپنے آپ کو ان سے بڑا پایا۔ مگر عبدالملک کا علم مجھ سے زیادہ تھا۔

آپ کی خلافت کا دور 21 سال کے زمانہ پر محیط ہے۔ ان کی خلافت کے اس طویل دور میں کسی تاریخ میں ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ ان سے کسی کو کسی قسم کی شکایت کا موقع ملا ہو۔ ان کے زمانے میں وفات پانے والے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی سے آپ بھی اپنے ذہن و ایمان کو منور کیجیے۔

66ھ حارث بن عوف رضی اللہ عنہ:

قدیم الاسلام تھے۔ بعض نے بدری لکھا ہے فتح مکہ کے روز بنی لیث کے علمبردار تھے۔

66ھ جنادہ بن ابی امیہ الازوی رضی اللہ عنہ:

فتح مصر میں شریک تھے۔ راوی حدیث ہیں۔

68ھ خویلد بن عمرو کعبی الخزاعی ابوشریح رضی اللہ عنہ:

فتح مکہ میں نبی علیہ السلام کے رکاب میں تھے اور اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے۔ تمام زندگی مدینہ میں گزری۔

البراء طالب بن الوارث انصاری رضی اللہ عنہ:

ان کے باپ بھی صحابی تھے۔ تمام غزوات میں شرکت کی۔ 68ھ، 69ھ اور بعض روایات میں 60ھ میں انتقال کیا۔

زید بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ:

غزوہ احد کے بعد تمام غزوات میں شریک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے۔ سو سے زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔

ضحاک بن قیس الفہری رضی اللہ عنہ:

کوفہ اور دمشق کے عامل رہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

فقہاء عباد میں شمار ہوتے ہیں۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا مجموعہ مرتب کیا۔ باپ سے پہلے اسلام لائے۔ عبداللہ بن العباس کی دختر سیدہ عمرہ زوجیت میں تھیں۔

عبداللہ بن یزید الادسی رضی اللہ عنہ:

بیعتِ رضوان میں موجود تھے۔

عبدالرحمٰن بن حاطب رضی اللہ عنہ:

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ:

صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ راوی حدیث تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

انھیں جرالامت کہا جاتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مشیر خصوصی تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

69ھ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ:

صحابی ابن صحابی ہیں۔ بدر میں عمر 16، 17 سال تھی۔ بیعتِ عقبہ میں موجود تھے۔ فتح مکہ میں اپنے قبیلے کے علمبردار تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے آخر میں مدینہ میں انتقال کیا۔ احادیث کی کثرت سے روایت کی ہے۔

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ:

غزوات میں شریک رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق کا قاضی بنایا۔

جندب بن عبداللہ بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ:

راوی حدیث ہیں۔ قبروں کی تعظیم سے منع کرنے کی حدیث کے اور فتنوں کے وقت الگ رہنے کی حدیثوں کے راوی ہیں۔

70ھ عبداللہ بن ابی حدادا سلمی رضی اللہ عنہ:

بیعت الرضوان میں شامل تھے۔ نبی علیہ السلام نے دوبار سریہ پر متعین کیا۔ ۸۱ سال عمر پائی۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ:

اصل نام صدی بن عجلان تھا۔ راوی حدیث ہیں۔ قرآن کی آیت: ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ ......الخ﴾ میں صالح مومنین کی تفسیر سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ لیا کرتے تھے۔ شام میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے آخر میں رحلت کی۔

ثعلبہ بن الحکم اللیثی رضی اللہ عنہ:

70 سے 80ھ کے درمیان فوت ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: له صحبة ۔

سعید بن غزان الہمدانی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتب (سیکرٹری) تھے۔ جرجان میں فوت ہوئے۔

سفینہ مولیٰ نبی علیہ السلام:

بعض احادیث کے راوی ہیں۔

عبداللہ بن معقل انصاری رضی اللہ عنہ:

غزوہ اُحد میں شامل تھے۔ خلفائے بنو اُمیہ کے شعراء میں سے تھے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور ابولبابہ بدری کے نواسے نبی علیہ السلام نے کان میں اذان کہی اور برکت کی دعا دی۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی طرف سے مکہ کے عامل رہے۔

حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ:

متعہ کی حرمت کی حدیث کے راوی ہیں۔

71ھ ابو عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ:

نام جابر بن غتیک۔

سائب بن خلاد ابوسہلا خزرجی رضی اللہ عنہ:

بدری ہیں اور بعد کے تمام غزوات میں شامل رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گورنر رہے۔

عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ:

حدیبیہ اور خیبر میں شامل تھے۔ 7ھ میں نبی علیہ السلام نے ایک سریہ میں متعین فرمایا۔

عبداللہ بن سائب المخزومی رضی اللہ عنہ:

کلام اللہ کے قاری تھے۔ اہل مکہ نے فن قرأت انہیں سے سیکھا، کہا جاتا ہے کہ ان کے باپ

سائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تجارت رہے۔

72ھ حارث بن سوید التمیمی رضی اللہ عنہ:

عبداللہ بن حارم اسلمی رضی اللہ عنہ:

بڑے شجاع تھے۔الحاکم نے ان کا ذکر کیا ہے۔

معبد بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ:

سابقون الاولون میں سے تھے۔فتح مکہ کے روز اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے۔

زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ:

بیت رضوان میں شامل تھے۔فتح مکہ کے روز اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے۔متعدد غزوات میں شریک ہوئے۔

73ھ اوس بن صحیح حضرمی رضی اللہ عنہ:

عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ:

یرموک اور قادسیہ کی جنگیں لڑیں۔

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ:

غزوہ خیبر میں شریک تھے۔فتح مکہ میں اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے۔آخری زندگی حمص میں گزاری۔

74ھ سلمہ بن عمرو بن الاکوع انصاری رضی اللہ عنہ:

بڑے جانباز، شہسوار اور تیرانداز تھے۔یہ شعر انہیں کا ہے جو انگلی کے زخمی ہونے پر کہا۔

هل انت الا اصبع دميت
وفي سبيل الله ما لقيت

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زخمی ہونے پر یہ شعر پڑھا۔مدینہ کے مفتی بھی رہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

بدر کے وقت 15/16 برس کے تھے۔ بیعت الرضوان میں سب سے پہلے بیعت کی۔ نہایت عابد، زاہد، عالم اور متقی تھے۔ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد تمام فتنوں سے الگ رہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی انھوں نے بھی بیعت کی۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی بیعت کی اور ثابت قدم رہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کھیل کھود کی داستانیں لغو ہیں آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے 15، 16 سال بڑے تھے۔ امیر یزید رحمہ اللہ کے بعد امیر مروان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عبدالملک رحمہ اللہ کی خلافت کی بیعت کی۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو رجلٌ صالحٌ کہا ہے۔ ان کی ایک الگ مسند بقی بن مخلد نے جمع کی ہے۔ جس میں 1630 احادیث ہیں۔

الاسود بن یزید رضی اللہ عنہ:

صایم الدھر تھے۔

جابر بن سمرہ بن جنادہ العامری رضی اللہ عنہ:

صحابی ابن صحابی تھے۔ صنادید قریش میں سے تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے۔ بہت سی حدیثوں کے راوی ہیں۔ بارہ خلیفوں والی حدیث کے راوی ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ نمازیں امیر یزید رحمہ اللہ کے پیچھے پڑھیں۔

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما:

بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ 74ھ یا 78ھ میں فوت ہوئے۔

زراۃ بن جز بن عمرو الکلابی رضی اللہ عنہ:

راوی حدیث ہیں۔

سعد بن مالک بن سنان انصاری رضی اللہ عنہ:

کثیر الروایات ہیں احد کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ فضلاء وعلماء انصار میں سے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شدت سے منع کرتے رہے کہ خروج نہ کرو۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی بیعت کے مؤید تھے۔

عبید بن عمیر بن قتادی احیثی رضی اللہ عنہ:

ان کے والد بھی صحابی تھے۔

عثمان بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ:

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے ہجرت بھی کی۔

75ھ ابو ثعلبہ خشی رضی اللہ عنہ:

ابو ثعلبہ جرثوم بن ناشر غزوہ حنین سے پہلے اسلام لائے۔ مال غنیمت سے حصہ پایا۔

ابو ثعلبہ بن جرہم رضی اللہ عنہ:

بیعت الرضوان اور غزوہ حنین میں شریک تھے۔ ان کے بھائی عمرو بن جرہم بھی صحابی تھے۔

العرباص بن ساریہ اسلمی رضی اللہ عنہ:

اصحاب صفہ میں سے تھے۔

عطیہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ:

حمص میں مسکن گزین تھے۔

عمرو بن میمون الازدی رضی اللہ عنہ:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی علمی صحبت، اٹھائی، پچاس سے زیادہ حج کیے۔

عمرو بن سفیان بن عبد شمس رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سخت مخالف تھے امیر مروان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر کا سفر کیا۔

76ھ زہیر بن قیس البلوی رضی اللہ عنہ:

فتح مصر میں شریک تھے۔ برقہ میں رومیوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

77ھ سائب بن خباب مدنی رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے بارے میں حدیث کے راوی ہیں۔

78ھ عبداللہ بن غنم الاشعری رضی اللہ عنہ:

آپ کا فضلائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتا ہے۔ یمن میں معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تبلیغ دین کے لیے شام بھیجا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

نبی علیہ السلام کے ساتھ نوغزووں میں شرکت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ البعیر میں 25 مرتبہ دعا کی، مسجد نبوی میں ان کا حلقۂ درس ہوتا تھا۔

80ھ جبیر بن نفیر بن مالک الحضرمی رضی اللہ عنہ:

راوی حدیث ہیں۔

جنادہ بن امیہ دوسی رضی اللہ عنہ:

عبادہ بن صامت کے احباب میں سے تھے۔

سائب بن یزید الکندی رضی اللہ عنہ:

والد بھی صحابی تھے، نبی علیہ السلام کے وضو کا پانی پیا اور مہر نبوت کی زیارت کی۔

عبداللہ بن حوالہ الاروفی رضی اللہ عنہ:

نبی علیہ السلام نے شام میں بسنے کی بشارت دی۔

ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ:

81ھ عبداللہ بن شداد بن الہاد اللیثی رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ سلمٰی ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا اور ام الفضل زوجہ عباس رضی اللہ عنہما کی بہن تھیں۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ:

جن کا اصلی نام صدی بن عجلان ہے راوی احادیث ہیں، پہلے مصر میں رہے پھر حمص، ملک شام میں فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں۔ [1]

---

① استیاب: 638۔

82ھ عبیداللہ بن عدی بن الخیار بن عدی بن نوفل القرشی رضی اللہ عنہ:

عفان بن وہب الخولانی رضی اللہ عنہ:

افریقہ کے جہادوں میں حصہ لیا، مصر میں فوت ہوئے۔

83ھ عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دی تو انھوں نے فرمایا آئندہ معاویہ رضی اللہ عنہ جیسی صفات کا آدمی آنے والا نہیں اور یزید رحمہ اللہ اپنے خاندان کا بہتر اور نیک شخص ہے میں لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اس کی بیعت کرنا اور کسی قسم کا فتنہ نہ کرنا، پھر خود بیعت کی۔ شروع خلافت مروان رضی اللہ عنہ میں انتقال کیا۔[1]

عمر بن ابی مسلم رضی اللہ عنہ:

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند تھے نبی علیہ السلام کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحرین اور فارس کا گورنر بنایا۔

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ:

خلافتِ شیخین میں بہت جہاد کیے۔

84ھ عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ:

پیدا ہونے کے بعد پہلی چیز جوان کے حلق میں ڈالی گئی نبی علیہ السلام کا لعاب مبارک تھا ایران کے جہادوں میں شامل رہے۔

الاسود بن ہلال المحارفی رضی اللہ عنہ:

صحیحین میں ان کی مرویات ہیں۔

85ھ عبداللہ بن جعفر طیار ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھتیجے اور داماد تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے

---

[1] الانساب الاشراف بلاذری۔

کلمات ہیں:

((کان خیر خلیفة رسول الله وارحمه بناواحسانا الینا))

معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ سے بہترین مراسم تھے۔ آپ کی بیٹی ام محمد یزید رحمہ اللہ کے نکاح میں تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے سخت خلاف تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بہن یعنی اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے سے روکا مگر جب وہ نہ رکیں تو طلاق دے دی اور اپنا لڑکا علی الزینبی رضی اللہ عنہ ان سے لے لیا اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔[1] امیر یزید رحمہ اللہ کے متعلق فداک ابی وامی میرے ماں باپ تم پر قربان کے لفظ تمام تاریخوں میں موجود ہیں۔

عمرو بن حریث القرشی المخزومی رضی اللہ عنہ:

حدیث کے راوی ہیں۔

واثلہ بن الاسقع کنانی رضی اللہ عنہ:

اصحاب صفہ میں سے تھے۔ دمشق کے قریب بلاط کے مقام پر فوت ہوئے۔

بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ:

ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔

86ھ عبداللہ بن حارث بن جز الزبیدی رضی اللہ عنہ:

ان کی چچیری بہن فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں مصر میں فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں۔

ابو نملہ بن معاذ بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ:

بدر میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے۔ بعد کے غزوات میں بھی شریک رہے۔

---

① جمہرۃ الانساب ابن حزم۔

ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ:

ان کی بیوی اسما بنت یزید بن اسکن بڑی بہادر خاتون تھیں جنگ یرموک میں نو عیسائی ڈنڈے سے ہلاک کیے۔

ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ:

اوہم بن محزر الباہلی رضی اللہ عنہ:

معمرین صحابہ میں سے تھے۔

ارطاۃ بن زفر المزنی رضی اللہ عنہ:

شاعر تھے۔

اسماء بن خارجہ بن حصین نفراری رضی اللہ عنہ:

عبدالملک ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

سید بن ظہیر بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ:

صحاح میں ان کی مرویات ہیں۔احد کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

بسر بن ارطاۃ القرشی رضی اللہ عنہ:

جنادہ بن امیہ کی ایک حدیث کے راوی ہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے کارگر جرنیل اور امیر البحر تھے۔قسطنطین کے بحری بیڑے کو شکست دی۔

حصین بن نمیر اسکونی الکندی رضی اللہ عنہ:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اردن کے عامل رہے۔نبی علیہ السلام کے کاتبین میں سے تھے۔ مدینہ کی بغاوت میں امیر یزید رحمہ اللہ کی طرف سے ایک لشکر کے کمانڈر تھے،امیر یزید رحمہ اللہ کی خبر سن کر انھوں نے حضرت ابن الزبیر کو کہا کہ میرے ساتھ شام چلیے ہم آپ کو خلیفہ تسلیم کرلیں گے۔ مگر آپ نہ مانے ان کے بیٹے یزید رحمہ اللہ اور پوتے معاویہ حمص کے گورنر رہے۔

سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ:

طبقات ابن سعد میں ان کے تفصیلی حالات ہیں۔

سلمہ بن ابی سلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ:

ابی سلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ان کی والدہ برہ بن عبدالمطلب تھیں۔اسلام لانے والوں میں آپ کا گیارھواں نمبر ہے۔ابی سلمہ نے حبشہ سے ہجرت سے واپسی پر وفات پائی اور سلمہ کی والدہ ام سلمہ کو ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت سید الشہداء حمزہ کا آپ سے نکاح کر دیا۔امیر یزید رحمہ اللہ کے موئیدین میں سے تھے۔

سمرہ بن جنادہ رضی اللہ عنہ:

معرکہ مدائن میں موجود تھے۔بارہ خلفاء والی حدیث کے راوی ہیں اس حدیث کے دوسرے راوی جابر بن سمرہ کی وفات 74ھ میں ہوئی۔

سندا بن ابوالاسود رضی اللہ عنہ:

حجۃ الوداع میں موجود تھے۔ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔

عبداللہ بن حارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:

نبی علیہ السلام کے لعاب دہن سے سیراب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیہ تھے۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔

عبداللہ بن سندر الجزامی رضی اللہ عنہ:

صحابی بن صحابی اور راوی حدیث۔

عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:

حبر امت اور مفسر ترجمان القرآن کے لقب سے ملقب ہیں۔امیر یزید رحمہ اللہ کی صلاحیتوں اور علمی فضیلت کے معترف تھے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ پہنچ کر انھیں کے ہاں مقیم ہوئے۔آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نہایت دردمندی سے کوفہ کے سفر سے روکنے کی کوشش کی۔

عبداللہ بن حصام الاشعری رضی اللہ عنہ:

صحابی اور راوی حدیث ہیں۔ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی طرف سے بطور سفیر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔

عبداللہ بن نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ:

نبی علیہ السلام کے بھتیجے اور ہم شبیہ خلافتِ راشدہ کے بعد مدینہ میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مقرر ہوئے۔ ان کے بھائی مغیرہ سے امامہ بنت ابوالعاص یعنی نبی علیہ السلام کی نواسی کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد نکاح ہوا۔

علقمہ بن وقاص اللیثی رضی اللہ عنہ:

غزوہ خندق اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ عکراش بن ذویب نبی علیہ السلام کے حکم سے بنی نزال بن مرہ سے صدقات وصول کر کے پیش کیے۔ جنگ جمل میں صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ:

نبی علیہ السلام کے ربیب یعنی ام المومنین ام سلمہ کے بیٹے تھے۔ نبی علیہ السلام کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرین کے عامل مقرر ہوئے۔ فتنوں میں الگ تھلگ رہے۔

عمرو بن عروہ بن عبسی رضی اللہ عنہ:

قلوع الاسلام تھے۔ متعدد حدیثوں کے راوی ہیں، متعدد غزوات میں شامل ہوئے۔

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ:

غزوۂ خیبر میں شامل تھے۔ فتح مکہ کے روز اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے۔

اللجلاع العامری رضی اللہ عنہ:

پچاس سال کی عمر میں اسلام لائے اور ایک سو تیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

مالک بن عبداللہ بن سنان الخثعمی رضی اللہ عنہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، امیر یزید رحمہ اللہ اور امیر عبدالملک رحمہ اللہ کی خلافتوں میں متعدد جہادوں میں شرکت کی۔ جہاد فی سبیل اللہ کی حدیث کے راوی ہیں کہ جہاد میں جس کے پاؤں گرد آلود ہوں گے اس پر آتش جہنم حرام ہے۔

معن بن یزید اسلمی رضی اللہ عنہ:

والد اور دادا بھی صحابی ہیں جو بدری ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے احباب میں سے تھے۔ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ یزید بن رکانہ رضی اللہ عنہ باپ بھی صحابی ہیں۔ راوی حدیث ہیں، حضرت محمد باقر بن علی (زین العابدین) بن الحسین رضی اللہ عنہ اور متعدد اشخاص نے آپ سے روایت کی۔ امام شافعی رحمہ اللہ آپ کے بھائی کی اولاد میں سے تھے۔

امیر المومنین ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ:

86ھ تا 96ھ میں وفات پانے والے صحابہ کرام یہ وہی ولید ہیں جن کے دورِ خلافت میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے مشرق میں ملتان تک، موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ نے مغرب میں مراکش اور باہلی نے شمال اور شمال مشرق میں چین کی سرحدوں تک اسلامی فتوحات کے پرچم لہرائے۔

87ھ عبداللہ بن علقمہ ابی رونی رضی اللہ عنہ:

باپ بھی صحابی تھے۔ سات غزوات میں شریک ہوئے، کوفہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔

عتبہ بن عبد اسلمی رضی اللہ عنہ:

اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ملک شام میں فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں۔

مقدام بن معلولکرب رضی اللہ عنہ:

وفد کندہ کے ساتھ حاضر ہوئے حمص میں وفات پائی۔

علقمہ بن خالد رضی اللہ عنہ:

بیعت رضوان میں موجود تھے، کوفہ میں فوت ہوئے۔

88ھ قبیصہ بن ذویب الجزائی رضی اللہ عنہ:

فقہائے اربعہ کے ایک رکن یہ بھی ہیں۔ بلند پایہ فقیہہ تھے اور علمائے امت میں سے شمار ہوتے ہیں۔

89ھ عبداللہ بن ثعلبہ العذری رضی اللہ عنہ:

فتح مکہ کے دن نبی علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

90ھ ابوالعالیہ ریاحی رضی اللہ عنہ:

عالم قرآن تھے۔

91ھ ابوسنان العبدی رضی اللہ عنہ:

اپنی قوم کے وفد کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے چہرے پر ہاتھ پھیرا، نہایت خوبصورت تھے۔

سہل بن سعد بن مالک الساعدی رضی اللہ عنہ:

مدینہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

93ھ حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

دس سال کی عمر تھی کہ ان کے سوتیلے والد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ دس سال کاشانہ نبوی میں رہے۔ بیعت رضوان میں شامل تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا۔ نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت سے تمام انصار میں مالدار اور کثیر اولاد تھے۔ اسی بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ وفات کے وقت پوتے پوتیوں کو ملا کر سو سے زیادہ تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے الدال علی الخیر کفاعلہ ان سے روایت کی ہے۔ مگر آپ کی ان سے روایت ثابت نہیں۔

94ھ حارث بن اوس بن المعلی انصاری رضی اللہ عنہ:

عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ:

94ھ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ایک چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرہ کردیتی ہے۔[1]

95ھ سعد بن ایاس ابوعمرو الشیبانی رضی اللہ عنہ:

حدیث کے راوی ہیں۔

سعید وہب الجیوانی رضی اللہ عنہ:

96ھ عبداللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ:

باپ بھی صحابی تھے، شام میں سب سے آخری راوی حدیث ہیں۔

محمود بن بعید بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ:

علمائے صحابہ میں سے تھے۔

الولید بن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ:

راوی حدیث ہیں۔ صحابی اور جلیل القدر صحابی کے بیٹے تھے۔

عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ:

راوی حدیث ہیں۔ غزوات نبوی میں شامل رہے۔ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، مصر کے عامل بھی رہے، امیر یزید رحمہ اللہ کی طرف سے افریقہ میں امیر لشکر تھے۔

ابوالغاویہ جہنی رضی اللہ عنہ:

حدیبیہ میں موجود تھے، حجۃ الوداع کے خطبہ کا یہ حصہ آپ سے مروی ہے۔ خبردار! میرے بعد تم کافروں کی طرح نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے طرفداروں میں سے تھے۔

---

[1] مسند ابوحنیفہ۔

ابوالکابل الاحمسی رضی اللہ عنہ:

راوی حدیث ہیں۔

اسیر بن عمرو الکندی رضی اللہ عنہ:

ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔

حصین بن الجحر رضی اللہ عنہ:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جہرہ کے عامل رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے میسان کا عامل مقرر کیا۔

سنان بن سلمہ بن المحبق الہندلی رضی اللہ عنہ:

والد بھی صحابی تھے۔ جہاد ہند میں شامل ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ الجعفی رضی اللہ عنہ:

یمن میں جعفی نامی وادی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی، امیر ولید نے اصبہان کا عامل بنایا۔

سلیمان بن عبدالملک رحمہ اللہ:

96ھ تا 99ھ کے عہد حکومت میں فوت ہونے والے۔

حیدہ بن معاویہ القشیری رضی اللہ عنہ:

حرشہ بن الحر الضراری رضی اللہ عنہ:

معہ اپنی دو یتیم بہنوں کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں پرورش پائی۔

محمود بن الربیع انصاری رضی اللہ عنہ:

حدیث کے راوی ہیں۔ ان کا خاندان اہل مدینہ کی بغاوت کے خلاف تھا۔ انہیں کے محلہ سے گزر کر امیر مسلم بن عقبہ کے فوجی دستہ نے بغاوت فرو کی۔

عبداللہ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ:

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ:

99ھ تا 101ھ کے زمانہ میں فوت ہونے والے۔

عبدالرحمٰن بن مل رضی اللہ عنہ:

قادسیہ، جلولا، تستر، نہاوند، یرموک اور آذربائیجان کے معرکوں میں شریک رہے۔

معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ:

ایک حدیث کے راوی ہیں۔ بعض کے نزدیک 107ھ میں فوت ہوئے۔

عامر بن واثلہ لیثی ابوالطفیل رضی اللہ عنہ:

نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت نو دس برس کے تھے کوفہ میں جا بسے اور وہاں کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ انھیں کے بنو اعمام میں سے کلیب بن قیس نے فروز مجوسی قاتل عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے خنجر چھینا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفداروں میں سے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مدح میں ان کے اشعار میں کہا جاتا ہے:

وھو اخرمات من الصحابہ مطلقًا

مگر روایت ذرا محل نظر ہے چونکہ العدا اور ابوجہم کی وفات ان سے بعد ہوئی اور بعض نے معاویہ بن حکم السلمی کا نام بھی لکھا ہے۔ 100ھ میں فوت ہوئے۔

سہیل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ:

راوی حدیث ہیں۔ 100ھ میں فوت ہوئے۔

یزید بن عبدالملک رحمہ اللہ 101ھ تا 105ھ:

العدا ابن خالد بن ہوذہ العامری رضی اللہ عنہ:

غزوہ حنین کے بعد معہ تمام کنبہ کے اسلام لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عامر کے کنویں اور تالاب عنایت فرمائے۔ الاصابہ کی روایت کے مطابق 102ھ میں فوت ہوئے۔

ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ:

ابوعنبہ الخولانی رضی اللہ عنہ:

نبی علیہ السلام کے ساتھ قبلتین کی نمازیں پڑھنے کی سعادت پائی۔108ھ میں شام میں فوت ہوئے۔

صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔ بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ ان میں سے یا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کسی وقت بھی امیر مروان رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی قسم کی بیزاری یا کراہت کا اظہار نہیں کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہ تابعین بھی پیش نظر رکھیے جن کے ذریعے ہمیں دین پہنچا۔



امیر مروان رضی اللہ عنہ اوران کے والد امیر الحکم رضی اللہ عنہ پر اعتراضات

اس ضمن میں سبائیت کی طرف سے جو اعتراضات ان اصحاب رضی اللہ عنہم کے خلاف کیے جاتے ہیں ان کے جوابات کی یہاں ضرورت نہیں۔ چونکہ سبائیت کے نزدیک تو نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد سوائے تین چار صحابہ رضی اللہ عنہم کے تمام کے تمام مرتد ہو گئے تھے۔ ان کے نزدیک اصحاب ثلاثہ معاذ اللہ جبت، طاغوت، الفحشاء والمنکر اور باغی تھے۔ امہات المومنین فاحشہ اور منافقہ تھیں وغیرہ۔ نعوذ باللّٰہ من ذالك الهفوات۔

میرا روئے سخن صرف اہل سنت والجماعت کی طرف ہے۔ جو کسی نسلی عصبیت، علمی بے بصیرتی یا جہالت کی وجہ سے سبائی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر انھیں کی سی کہتے چلے جا رہے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اپنی زبانوں کو قابو میں رکھ کر اپنے ایمانوں کو بچائیں۔

1. نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والوں کو کہو کہ تمھارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔ ①
2. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والوں پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ ②
3. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ③
4. امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر کافر ہے۔ ④

---

① ترمذی۔
② طبرانی۔
③ طبرانی۔
④ الصواعق المحرقہ:255.

5. امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو یوں کہا کہ وہ لوگ کافر تھے، وہ واجب القتل ہے۔[1]

6. امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے کہ وہ باز آجائے اور توبہ کرے ورنہ اُسے پھر سزا دی جائے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے۔[2]

امیر مروان رضی اللہ عنہ پر پہلا اعتراض:

مروان رضی اللہ عنہ کے والد حکم کو نبی علیہ السلام نے جلاوطن کر دیا تھا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں واپس مدینہ بلا لیا۔

جواب:

پہلا جواب تو یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا تھا۔ پھر حکم کا مدینہ میں قیام کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اسے نبی علیہ السلام جلاوطنی کی سزا دیتے اور جلاوطنی کی وجہ کیا تھی۔ حکم بن عاص کی جلاوطنی کا صحاح میں کوئی ذکر نہیں بلکہ امام تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((ذکرھا المورخون الذین یکثر الکذب فیما یردوند))

"یعنی یہ ان لوگوں کا کام ہے جو اپنی روایات میں جھوٹ داخل کر دیتے ہیں۔"[3]

العواصم میں اس فرضی جلاوطنی کو ولم یصح کہا گیا ہے۔ امیر حکم کی جلاوطنی کی داستان سراسر کذب، بہتان اور افتراء ہے۔

دوسرا اعتراض:

نبی علیہ السلام نے مروان کو جلاوطن کیا تھا۔

جواب:

1. امیر مروان رضی اللہ عنہ نو دس سال کی عمر میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور آپ کی عمر گیارہ بارہ

---

① شرح شفا ملا علی قاری 556/2۔

② الصارم المسلول: 573.

③ منہاج السنۃ 196/3۔

سال تھی کہ نبی علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ دس بارہ سال کی عمر کے لڑکے سے ایسا کون سا جرم سرزد ہوا کہ اُسے جلاوطنی کا حکم ملا۔

2. کتب اہل سنت میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ سب سبائی خرافات ہیں۔ اس سلسلہ میں سبائی حواس باختگیاں ملاحظہ ہوں۔

((اوّلھم مروان وقد لعنہ رسول اللّٰہ وطردہٗ وماولد))

"بنوامیہ میں پہلا شخص مروان ہے جس پر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور جلاوطن کیا حالانکہ وہ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔"[1]

سبائیت کی یہ حواس باختگی اپنے اندر جو ندرت رکھتی ہے اس کلام میں جو معمہ پوشیدہ ہے اس کا حل کسی سبائی کی تعبیر کا ہی محتاج تشریح ہے میں ایسے لوگوں سے صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے "ملعون" کے بیٹوں اور پوتوں کے نکاح میں جن علویوں نے اپنی بیٹیاں اور پوتیاں دیں ان کے متعلق کیا خیال ہے؟

تیسرا اعتراض:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونے کی وصیت فرمائی تھی مگر مروان رضی اللہ عنہ نے آپ کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن نہ ہونے دیا۔

جواب:

اس اعتراض کا سب سے بڑا جواب یہ ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اس قسم کی وصیت کا حق کس نے دیا تھا کہ وہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونے کی وصیت فرماتے۔ اس کے لیے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لینا ضروری تھی مگر آپ سے کس نے اور کب اجازت لی۔

مذہب شیعہ کی اہم ترین کتاب اصول کافی جس کے مؤلف محمد بن یعقوب کلینی متوفی 329ھ ہیں اور جس کے پہلے صفحہ پر امام اخرالزمان کا ارشاد منقول ہے: ((ھذا کافٍ لشیعتنا))

[1] ناسخ التواریخ، جلد 3 کتاب دوم، ص: 251۔

"یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔"

باب الاشارۃ والنص علی الحسین بن علی میں لکھتے ہیں:

((عن محمد بن مسلم قال سمعت الی جعفر علیہ السلام......الخ))

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے محمد باقر (مزعومہ امام پنجم) سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے میرے بھائی میں ایک وصیت کرتا ہوں جس کو تم ضرور پورا کرنا۔ میں جب مر جاؤں تو میری تجہیز و تکفین کر کے مجھے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرنا تاکہ میں ملاقات تازہ کرلوں پھر امی جان کی قبر کی طرف متوجہ کرنا، پھر جنت البقیع میں جا کر دفن کر دینا۔ [1]

شیعیت شعبدہ بازی کا ٹوکرا ہے:

اس وقت دنیا میں جس قدر مذاہب موجود ہیں اگر ان کے تمام لٹریچر کو ایک جگہ جمع کیا جائے اور پھر ان کے کلام سے ان کے تضادات جمع کیے جائیں تو وہ تمام کے تمام تضادات شیعی تضادات کے ہزارویں حصہ سے بھی کم ہوں گے۔ شیعیت کی کوئی کتاب اُٹھا کر دیکھیے وہ کسی واقعہ میں کسی ایک بات پر ایک خاص نظریہ کے تحت بحث نہیں کرے گی بلکہ ایک ایک واقعہ کی بیسیوں صورتیں ہوں گی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کے امام کا ارشاد ہے کہ میں ہر امر میں ستر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں۔ اسی کی ادنیٰ سی مثال سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بارے میں ملاحظہ ہو۔ ان لوگوں کی بانگی ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مروان رضی اللہ عنہ نے دفن نہ ہونے دیا ان کے پانچویں امام کہتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ کی اپنے بھائی کو وصیت تھی کہ مجھے جنت البقیع میں دفن کرنا۔ مگر دوسری صورت چھوڑ کر پہلی صورت پر خرافات کی عمارت کھڑی کی گئی اور اس کا کابوس اچھے اچھے اہل سنت کے بزعم خویش مزاج شناسان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لے ڈوبا۔ [2]

---

[1] ترجمہ اُصول کافی ص 185 مطبوعہ لکھنؤ۔

[2] شیعی تبلیغ کا اہم ترین ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ بظاہر سنی بن کر نمودار ہوتے ہیں اور اہل سنت میں اپنا مقام بنانے کے لیے سالہا سال تک اہل سنت کے مسلک کے مطابق تالیف و تصنیف کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ ⇐⇐

اگر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ما کان و ما یکون کا علم رکھتے تھے وہ دوسرے امام معصوم تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ میں جنت البقیع میں دفن ہوں گا۔ پھر انھوں نے یہ وصیت کر کے کہ مجھے روضۂ رسول ﷺ میں دفن کرنا اپنی امامت اور عصمت اور علم امامت کا بیڑہ ہی غرق نہیں کیا بلکہ حسین رضی اللہ عنہ کی امامت کا بھی پٹڑا کر دیا۔ جو اس بات کو جاننے کے باوجود کہ حسن رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں دفن ہوں گے ان کے جنازے کو لے کر روضہ نبوی ﷺ کی طرف روانہ ہو گئے اور نہ معلوم کس امام معصوم سے علم پا کر جناب جعفر متوفی 148ھ یعنی چھٹے امام نے فرمایا کہ:

((ان النطفة اذا وقعت فی الرحم بعث اللّٰہ عزوجل ملکًا یاخذ من التربة التی یدفن فیها فالقاها فی النطفة فلا یزال قلبه یحن الیها حتی یدفن فیها))

"نطفہ جب عورت کے رحم میں گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیج دیتا ہے جو اس نطفہ سے اس مقام کی تھوڑی سی مٹی ملا دیتا ہے جہاں اس کو دفن ہونا ہوتا ہے اس لیے وہ شخص ہمیشہ اس جگہ کا مشتاق رہتا ہے حتیٰ کہ وہاں دفن کر دیا جاتا ہے۔"[1]

مشہور منہ پھٹ رافضی مقبول جسے اپنی دریدہ دہنی کی وجہ سے انگریزی حکومت نے جیل بھیج دیا تھا وہ بھی اسی بات کا قائل تھا۔[2]

یہ بات یہاں ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس موضوع پر درجنوں لطیفے بیان کیے جا سکتے ہیں۔ اصول اربعہ میں سے من لا یحضرہ الفقیہ کا مؤلف شیخ صدوق متوفی 381ھ لکھتا ہے: کہ دفن کے بعد تین دن سے زیادہ کوئی نبی اور وصی زمین میں یعنی قبر میں نہیں رہتا بلکہ اس کو روح،

⇐ اور جب انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ چند عقل کے پیدل ہمارے پیچھے چل نکلے ہیں تو پھر وہ آہستہ آہستہ اپنی کینچلی اتارنا شروع کر دیتے ہیں اور ایک کثیر گروہ کے عقائد خراب کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ حاکم، طبری، نور اللہ شوستری، حسن نظامی دہلوی وغیرہ کے بعد اب مودودی صاحب بھی اسی راستہ پر گامزن ہیں۔

① تفسیر صافی 22/2۔

② ترجمہ مقبول، ص: 627۔

ہڈیوں اور گوشت کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھالیا جاتا ہے۔[1]

تدفین حسن رضی اللہ عنہ پر کھڑاگ گھڑنے والوں کو تو آج تک یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کے امام اول کہاں دفن ہیں۔ اس سلسلہ میں صرف جلاء العیون سے چند لطائف سنیے اور سر دُھنیے اور ان کی جدت طرازیوں کی داد دیجیے۔ نامعلوم مقام پر ص 285۔ مسجد کوفہ میں، مقام رحبہ میں، نجف میں خانہ جورہ بن ہبیرہ میں ص 286 ہود اور صالح علیہما السلام کی قبروں کے پاس (ص: 293) روضۃ نبوی میں (ص: 292) نزد کوفہ درمیان غریین سفید ٹیلوں کے (ص: 258) تذکرۃ الائمہ کتاب شیعہ بحوالہ قاطع الانف ص: 7 شیطان علی کی شکل میں متمثل ہو کر قتل ہوا اور خود علی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں نجف میں مغیرہ بن شعبہ دفن ہیں ع

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

چوتھا اعتراض:

اس اعتراض کو بڑی نوک پلک سے سنوار کر مودودی صاحب نے اپنی تالیف ''خلافت و ملوکیت'' کی زینت بنایا ہے۔

کہ ''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر مروان رضی اللہ عنہ کو افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس پانچ لاکھ دینار دے دیا تھا۔''

جواب:

یہ بہت بڑی دروغ گوئی، افتراء اور بہتان ہے۔ ابن خلدون جس کے متعلق کسی دوسرے مقام پر وضاحت کی گئی ہے کہ اس کی تاریخ طبری رافضی کی تاریخ کا چربہ ہے اور وہ اس بات کا معترف ہے کہ میں نے ''اہل بیت'' کی طرف سے تردید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر مروان رضی اللہ عنہ کو پانچ لاکھ خمس افریقہ دیا تھا ہرگز صحیح نہیں۔[2]

---

① ترجمہ من لایحضرہ الفقیہ ص: 183/2۔

② 2/129۔

العواصم میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا افریقہ کا پورا خمس کسی ایک شخص کو دے دینا صحیح نہیں۔ باوجود اس بات کے کہ امام مالک رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ خمس میں امام اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا ہے جسے ہم نے دوسرے مقامات پر بیان کر دیا ہے۔[1] اس کے حاشیہ میں مولانا خالد گرجاکھی لکھتے ہیں:

''امام عامر بن شراحبیل شعبی نے کہا مال فے میں سے جاگیریں اور انعامات کسی کو دوسروں سے زائد بھی دے سکتے ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمرو رضی اللہ عنہ کو جاگیریں دیں نیز ابومعرز کو درالفیل عنایت کیا۔ ان کے علاوہ زیاد نافع برادر ابوبکرہ کو جاگیریں دیں۔

قاضی ابو یوسف نے کتاب الخروج میں لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کے خلفا نے ان لوگوں کو جاگیریں دیں جن کے لیے مصلحت سمجھی[2] اس کے بعد متعدد مثالیں تحریر کی ہیں۔

یحییٰ بن آدم قریشی نے کتاب الخروج کے ص: 77,78 پر اس کی تائید میں تفصیل سے بحث کی ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق امام شعبی نے لکھا ہے کہ انھوں نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی جاگیریں دیں۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ اگر دینے والا ملزم ہے تو ان لینے والے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ حالانکہ یہی وہ لوگ ہیں جن سے ہم نے دین حاصل کیا۔[3]

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کردوس بن ہانی، سوید بن غفلہ کو جاگیریں دیں۔ حالانکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وقت بڑے زوردار الفاظ میں اس کذب کی تردید کی تھی جب بلوائیوں نے آپ پر یہ اعتراض کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے اگر کسی کو کچھ دیا ہے تو اپنے ذاتی مال سے دیا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنہ 188,187/3 پر طویل بحث کی

① ترجمہ العواصم من القواصم، ص: 180,179۔
② ص: 78,77۔
③ طبری: 148/2۔

ہے۔ العواصم من القواصم فی تحقیق مواقف الصحابہ بعد وفات النبی میں ہے۔ یہ وہ افتراء ہے کہ اس کا ذکر کرنا بھی ہمارے لیے حلال نہیں۔ یہ سب بہتانات باندھنے والے وہی کچھ کہتے ہیں جو ابلیس نے ان کو وحی کی ہے ان کے ہاتھ میں نہ کوئی شرعی دلیل ہے نہ تاریخی۔ یہ لوگ حد درجہ کاذب ہیں۔ ایسے لوگوں پر لعنت کرنی حلال ہے۔ ملحدین کی وضع کردہ اس قسم کی روایات کی طرف توجہ کرنا جائز نہیں۔ ملا علی قاری متوفی 1014ھ موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں:

''وہ سب روائتیں جعلی اور وضعی ہیں جو توہین و تنقیص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، بنو امیہ، امیر یزید رحمہ اللہ اور مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ ①

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے کہ سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے خمس میں مروان رضی اللہ عنہ کو قطعاً پانچ لاکھ نہیں دیا۔ سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے سے پہلے بھی خاندان قریش کے متمول ترین افراد میں شمار ہوتا تھا۔ وہ رئیس ابن رئیس تھے۔ مگر ان کے مقابلہ میں عبد مناف (ابوطالب) مکہ کے قلاش ترین افراد میں سے تھا۔ عبد مناف کی مفلسی، بدحالی اور تنگدستی سے متاثر ہو کر نبی علیہ السلام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لیا تھا اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ عبد مناف کی فاقہ کشی سے متاثر ہو کر عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے تھے۔ نبی علیہ السلام کی وفات تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حالت پتلی رہی۔ بقول روافض اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے مگر چند سالہ خلافت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو ان کی جاگیر میں متعدد دیہات تھے جن میں سے دلال، عفات، حسنی، مالام، ابراہیم، ہسیب، صافیہ، برقہ، ینبع، وادی القرای، بدیمہ، باربینہ، عفرتین وغیرہ کے نام کتب مذہب شیعہ میں ملتے ہیں ملاحظہ ہو۔ ②

اور یہ بات تواتر کی حد تک صحیح ہے کہ شہادت کے وقت معقول تعداد غلاموں کی۔ چار بیویاں

---

① ترجمہ موضوعات کبیر، ص:169۔

② حق الیقین، ص:185، فروع کافی جلد ثالث صفحہ:27۔

اور انیس ام والد تھیں اور بیسویں لونڈی خریدنے کی تیاری کر رہے تھے۔[1]

آخر یہ جاگیریں اور مال آپ کے پاس کہاں سے آیا۔ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے بقول روافض اُنھیں کچھ نہ دیا اپنی خلافت کے زمانہ میں وہ ایک دن آرام سے نہ بیٹھ سکے اب اس مسئلہ کی عقدہ کشائی کوئی ان کا مومن یا ان کے مومنین کا کوئی ساتھی ہی کر سکتا ہے مگر ان عقل کے پیدل لال بجھکڑوں کو ایسے حقائق سمجھنے کی اس قدر استعداد کہاں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی کرم بخشیشوں کا نتیجہ تھا۔

میں ضمناً یہاں ایک اور حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض ایسے ہی کوزن طبع افراد کا خیال ہے کہ میں اپنی سابقہ تالیفات میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہوں۔ میں یہاں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جانتا ہوں اور مانتا ہوں۔ آپ سابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ میں سے یعنی مبشر بالجنۃ تھے۔ جو لوگ میری تالیفات کے بعض مقامات سے اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں ان کو یہ کیوں نظر نہیں آیا کہ ایسے تمام مقامات کتب مذہب شیعہ سے لیے گئے ہیں ورنہ اہل سنت والجماعت میں سے اس قسم کی گستاخی کے مرتکب کو میں مسلمان ہی سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔ ع

اے ''کم عقلاں'' این ہمہ آوردہ ''رفض'' است

پانچواں اعتراض:

امیر مروان رضی اللہ عنہ نے مصریوں کو خط لکھا:

جواب:

مصر کا حاکم عبداللہ بن سرح تھے اور اُسے پہلے ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وہاں سے مدینہ پہنچنے کا حکم بھیج چکے تھے اور عبداللہ وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ پھر اُسے چٹھی لکھنے کی کیا تک تھی۔ اسی لیے علامہ محب الدین خطیب العواصم کے تعلیقہ میں لکھتے ہیں کہ یہ خط کی کہانی تمام کی تمام جعلی ہے۔

[1] کتاب شہادت تیسرا مقدمہ، ص:5۔

چنانچہ طبری بھی معترف ہے کہ یہ چٹھی کا افسانہ جعلی ہے۔ وہ کس طرح عبداللہ بن سرح کو خط لکھ سکتے تھے حالانکہ اُنھیں علم تھا کہ وہ ہماری اجازت سے مصر سے روانہ ہو چکے ہیں۔ ①

حضرت عبداللہ بن سرح نے خود مصر چھوڑنے کی اجازت طلب کی تھی اور اجازت ملنے پر وہ مصری سبائیوں کے بالکل پیچھے مصر سے روانہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ طبری لکھتا ہے کہ:

((ثم ان عبداللہ بن سرح خرج الی عثمان فی اثارا لمصرئین))

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصریوں کی اس کارروائی کو جعلی قرار دیا۔

مصریوں نے تو باقی صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بہتان باندھا تھا اور چند ایک کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ:

((انکم ارسلتم الینا اقبلوا الی من غیر سنۃ اللّٰہ))

"کہ تم لوگوں نے ہمیں خطوط لکھ کر اس شخص (عثمان رضی اللہ عنہ) کے لیے بلوایا ہے جس نے اللہ کی سنت کو تبدیل کر دیا ہے۔"

جب ان لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم نے خود خط کی سازش مدینہ میں تیار کی تھی۔ ②

انھوں نے صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کو بھی ملوث کرنے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا:

((ما کتبت علیھم سودا فی بیاضٍ))

"میں نے ان کی طرف سفید کاغذ پر ایک حرف بھی نہیں لکھا۔" ③

خط کی سازش اس بات سے بھی عیاں ہے کہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مصر کوفہ اور بصرہ مختلف سمتوں میں واقع ہیں اگر مصری لوگ خط کی وجہ سے واپس ہوئے تو کوفیوں اور بصریوں کو کیسے علم ہوا کہ وہ بھی واپس آ گئے چونکہ مصریوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مخاطب کر کے خطوط کے متعلق کہا تھا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے متعدد جعلی

① طبری: 5/122۔
② طبری: 5/105۔
③ طبری: 5/108۔

خطوط تیار کیے تھے۔

ہوسکتا ہے کہ مدینۃ النبی ﷺ کے کسی شخص نے جسے یہ معلوم نہ ہو کہ مصر سے عبداللہ بن سرح روانہ ہو چکا ہے بلوائیوں کو جوش دلانے کے لیے ایسی حرکت کی ہو۔ جیسا کہ مذکورہ ہے کہ قاصد کبھی بلوائیوں کے سامنے آتا، کبھی راستہ چھوڑ دیتا۔

مشہور مستشرق دے خوئے نے اس خط کے متعلق اپنے مضمون ''خلافت'' کے حاشیہ میں غیر جانبدارانہ طور پر یہ کلمات قلمبند کیے ہیں۔

THE HISTORY OF THE LETTER TO ABDULLAH BIN SARH SEEMS TO HAVE BEEN A TRICK PLAYED ON THE GALIPH WHO SESPECTED ALI(رضی اللہ عنہ) OF HAVING HAND IN IT.

''عبداللہ بن سرح کی طرف جو خط لکھا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ کے خلاف ایک سازش تھی اور اُس سازش میں علی رضی اللہ عنہ کا بھی ہاتھ تھا۔''[1]

اس جعلی خط کے متعلق جس قدر دلائل امیر مروان رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کیے جاتے ہیں ان سے قوی تر شواہد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف موجود ہیں۔

بہر حال خط کی تمام تر داستان سراسر جعلی ہے اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ اونٹ عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا، غلام عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا اور مہر عثمان رضی اللہ عنہ کی تھی۔ مگر قابل غور بات یہ ہے کہ کسی نے یہ نہیں کہا کہ تحریر بھی مروان کے ہاتھ کی تھی۔ مہر تو اُس سے پہلے ہی کنویں میں گر کر ضائع ہو چکی تھی۔ اونٹ بیت المال میں ہزاروں تھے ان سے ایک حاصل کر لینا اور بیسیوں غلاموں میں سے ایک کو ورغلا لینا ایسی سازشوں میں کون سا مشکل کام تھا۔

ایک قابل غور نکتہ:

امیر مروان رضی اللہ عنہ کی فضیلت، بزرگی، دور اندیشی، فراستِ ایمانی عالی حوصلگی نسلی عصبیت

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا گیارہواں ایڈیشن، جلد 5، ص:25۔

سے مبرا ہونے کے ثبوت میں دو باتوں کا اعادہ ضروری ہے، آپ کا امیر ابن زیاد کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق خط لکھنا اور بخاری کتاب المناسک کے باب تمتع والقران میں اس حدیث کا روایت کرنا جس کے راوی محمد بن بشار غندر، شعبہ، حکم اور علی (زین العابدین) بن حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ امیر مروان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں موجود تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع اور قران سے منع کرتے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور لبیك بعمرة وحجة فرمایا اور کہا کہ کسی ایک شخص کی بات پر میں نبی علیہ السلام کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ذرا انصاف فرمایئے جو شخص اس وقت کے امیر المومنین چچا زاد بھائی اور اپنے محسن کے خلاف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مؤقف کے مطابق روایت کا راوی ہو اُسے علویوں اور فاطمیوں کا دشمن کیسے کہا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علوی اور اموی مناقشات کی داستانیں دوسری صدی ہجری کے بعد کی ایجاد ہیں ورنہ وہ لوگ آپس میں شیر و شکر تھے یہی وجہ تھی کہ ان کے مابین اس حد تک رشتہ داریاں تھیں کہ ایک کی بہن دوسرے کے نکاح میں ہے، دوسرے کی پھوپھی پہلے کے چچا کے عقد میں، ایک کی بیٹی دوسرے کے بیٹے سے بیاہی گئی ہے اور دوسرے کی بھتیجی پہلے کے بیٹے کے گھر میں ہے۔ اس وقت تو علوی یا اموی کی نام نہاد اصطلاحات کا بھی وجود نہ تھا۔ وہ سب قریشی تھے اور اسی پر انھیں فخر تھا۔

اب ذرا چند لمحات کے لیے سبائیت کے کابوس کو اپنے ذہن سے جھٹک کر ایک نظر ادھر بھی دیکھیے کہ وہ کون لوگ تھے۔ جنھوں نے صرف مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر اُس حرکت کا ارتکاب کیا جو شیطنت، خباثت، بے حیائی، بدکرداری اور بداعمالی کی آخری حدود سے بھی ہزارہا فرسنگ آگے ہے۔

1. حسین رحمہ اللہ بن علی رحمہ اللہ بن حسن رحمہ اللہ بن الحسن رضی اللہ عنہ نے 169ھ میں موسیٰ الہادی عباسی کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا۔ ان کے ساتھ اس کا بھائی فاضل بھی تھا ان لوگوں نے مدینہ کا وقفی خزانہ لوٹ لیا۔ ان کے ساتھی ابوالزفت بن محمد الارقط جسے نفس زکیہ کہتے ہیں کو شراب

نوشی کے جرم میں حد ماری گئی۔

2. محمد بن حسن بن ابراہیم بن حسن بن زید بن الحسن نے 256ھ میں المعتمد علی اللہ کے زمانے میں خروج کیا۔ دن میں مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ کر علانیہ شراب پیتا تھا۔ نہایت بدکردار تھا۔ اہل مدینہ کی لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتا مسجدوں میں نماز اور جمعہ ترک ہو گیا سرکاری لشکر کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

3. احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن اور اس کے بیٹے علی بن احمد نے 2/267ھ میں مدینۃ النبی ﷺ میں خروج کیا۔ مدینہ اور نواحِ مدینہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

4/5. محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ (الکاظم) نے 271 میں مدینۃ النبی ﷺ میں خروج کر کے ہزاروں لوگوں کو قتل کیا۔ جعفر بن ابی طالب کی اولاد کو بھی نہ بخشا۔ تاریخ اسے الملیط یعنی ڈاکو سے پکارتی ہے۔ اس قسم کے 65 علوی ہیں ان کے تفصیلی حالات کے لیے میری تالیفات "مقام صحابہ" اور "عترت رسول ﷺ" کا مطالعہ کیجیے۔ ایسے بدکردار لوگوں کے مقابلہ میں ان سادات بنو امیہ کو بدنام کیا جاتا ہے جو خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم کے مصداق تھے اور فاتحین عالم تھے۔

6/7. علی و محمد بن ابنان حسین الافطس بن حسن بن علی (زین العابدین) اور محمد بن جعفر بن محمد باقر بن علی (زین العابدین) نے مل کر مکہ میں خروج کیا۔ حرم کی جالیوں کو توڑا۔ کعبہ کا وقفی خزانہ لوٹ لیا۔ لوگوں کی خوبصورت عورتیں جبراً چھین لیں۔ قاضی مکہ کے لڑکے کو اٹھا کر لے گئے۔ آخر اہل مکہ نے تنگ آ کر محمد بن جعفر کے مکان کو گھیر لیا اور لڑکا برآمد کیا۔[1]

واقعہ حرہ کے پولیس ایکشن کی داستانِ لڑائی کے خالقوں کی نظر ادھر کیوں نہیں گئی۔[2]

چھٹا اور اہم ترین اعتراض:

اس ضمن میں متعدد روایات بیان کی جاتی ہیں۔

---

① عمدۃ الطالب، تاریخ کامل ابن کثیر، ابن خلدون۔

② ان 65 علویوں کے خروج کے تفصیلی حالات کے لیے راقم کی تالیف "عترت رسول ﷺ" کا مطالعہ کیجیے۔

1. شیطان کا جھنڈا بنی امیہ میں قیامت تک قائم رہے گا۔

اس روایت کے متعلق علامہ خطیب بغدادی متوفی 463ھ لکھتے ہیں۔

یہ روایت حد درجہ منکر بلکہ من گھڑت ہے اور اس کا ایک راوی محمد بن عمرو حوض بزاز ہے اور دوسرا موسیٰ بن ادریس ہے یہ دونوں باپ بیٹا مجہول الحال ہیں۔ ①

ذہبی کہتے ہیں ہذا خبر کذب یہ روایت کذب ہے۔ ②

2. خواب میں رسول اللہ ﷺ نے بنو امیہ کو دیکھا مثل بندر کے آپ کے ممبر پر اُچھلتے کودتے ہیں۔

اس روایت کے متعلق قاضی ابوبکر کہتے ہیں لا اصل لھا۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ ③

سید مہدی علی خان متوفی 1907ھ مولف آیات بینات نے نہایت تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت لغو اور مردود ہے۔ ④

یہ وہی مہدی علی خان ہیں جو پہلے کٹر شیعہ تھے اور اپنی تحقیق سے رفض کو ترک کر کے اہل سنت ہوئے اور محسن الملک کے نام سے مشہور تھے۔

مولانا تمنا عمادی نے ملحدین کی دیگر وضعی روایات کے ساتھ اس مردود روایت کا بھی رد کیا ہے۔ ⑤

پھر یہاں اس بات کو بھی مدنظر رکھا جائے گا کہ خلفائے بنو امیہ کا پایۂ تخت دمشق تھا نہ کہ مدینہ۔ البتہ مدینۃ النبی ﷺ میں جن لوگوں نے قتل عام اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی۔ اغوا کیے خوبصورت لڑکوں کو اٹھا کر اپنے گھروں میں لے گئے سب کے سب فاطمی تھے۔

علامہ عبدالرؤف متوفی 1031ھ فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ابن کمال کا یہ صحیح قول نقل

① اللآلی: 1/396۔
② اللآلی۔
③ العواصم، ص: 235۔
④ آیات بینات، ص: 2/235۔
⑤ قصیدہ صداقۃ الفطے، ص: 43۔

کرتے ہیں کہ تفسیر کی کتابیں احادیث موضوعہ سے بھری پڑی ہیں۔

3. موسیٰ بن اسماعیل، عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو، بن سعید اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان رضی اللہ عنہ بھی تھے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے صادق ومصدوق کو فرماتے سنا کہ میری اُمت کی ہلاکت قریش کے نوعمر لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔ مروان رضی اللہ عنہ نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں بتلا دوں کہ وہ فلاں بن فلاں ہیں ...... میں، اپنے دادا کے ساتھ بنی مروان رضی اللہ عنہ کے پاس جب کہ وہ شام کے مالک تھے جاتا تھا۔ جب ان نوعمر لڑکوں کو دیکھا تو ہم سے کہا کہ شاید یہ لڑکے انھیں میں سے ہوں۔ ہم نے کہا آپ زیادہ جانتے ہیں۔[1]

قطع نظر اسماء الرجال کے یہ روایت بوجوہ محل نظر ہے۔

پہلی بات:

بقول ملا علی القاری رحمہ اللہ:

((ومن ذلك الاحاديث في ذمه معاويه وذم عمرو بن العاص وذمه بنو اميه ......وكذاذمهيزيد ووالد الوليد (عبدالملك) ومروان بن الحكم))

''اور اس مجموعہ روایات (یعنی وضعی روایات میں) جو توہین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وعمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (خاندان) بنو امیہ وتوہین امیر یزید رحمہ اللہ وعبدالملک اور مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما (کے متعلق ہیں) سب کی سب مخترعات سبائیہ ہیں۔''[2]

دوسری بات:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے

---

① صحیح البخاری، کتاب الفتن.

② موضوعات کبیر،ص:169۔

دوران ان کے دروازہ پر مسلح ہو کر پہرہ دیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری زمانہ 59ھ یعنی امیر یزید رحمہ اللہ کے ولی عہد نامزد ہونے کے تقریباً 8-9 سال بعد تک زندہ رہے اور آپ کی نماز جنازہ ولید بن عقبہ بن ابوسفیان اموی عامل مدینہ نے پڑھائی۔ آپ کے پس ماندگان کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دس ہزار درہم عطیہ ارسال کیا۔

تیسری بات:

ان حالات میں صاف نظر آتا ہے کہ آپ اموی خلافت کے ہمنواؤں میں سے تھے ان سے ایسی روایت کا منسوب ہونا کسی صورت میں درست نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا شام جانا بھی محل نظر ہے اور پھر لفظ فلاں بن فلاں کہہ کر بات ختم کر دینا محض تک بندی ہے۔ نام لے کر بتایا کیوں نہیں؟ یزید رحمہ اللہ کی ولی عہدی کی بیعت کرنے والا اور پھر جبکہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہو اس سے اس کی طرف اس قسم کے کلمات کا منسوب کرنا یقیناً کسی راوی کا ڈھول ہی نہیں بلکہ افتراء ہے۔

چوتھی بات:

اس روایت میں خود امیر مروان رضی اللہ عنہ موجود ہیں اور ذہبی یہ لفظ کہتے ہیں کہ ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو کیا وہ اپنے آپ پر یا اپنی اولاد پر خود لعنت کہہ سکتے تھے۔

پانچویں بات:

روایت میں لفظ "قریشی لڑکوں" کا ہے۔ قریش میں تمام ہاشمی اور اموی آتے ہیں۔

یہاں اس طرف بھی غور کیجیے کہ اموی خلفاء میں کسی کو پچاس سال کی عمر سے پہلے سریر آرائے خلافت ہونے کا موقع نہیں ملا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر عام الجماعۃ کے وقت چالیس سال سے زیادہ تھی۔ امیر مروان رضی اللہ عنہ 64 سال کے بوڑھے تھے۔

عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ متوفی 65ھ 45 سال کے تھے۔ ان کے بعد سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے یکے بعد دیگرے عبدالملک کے چار بیٹے ولید متوفی 86ھ سلمان 96ھ یزید 101ھ ہشام سریر آرائے خلافت ہوئے سب کے سب پچاس سال سے زائد عمر کے تھے۔ جب

انھیں خلافت ملی۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی عمر 38 سال تھی۔ اور اگر "قریشی لڑکوں" والی روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ کسی صورت میں سادات خلفائے بنواُمیہ پر چسپاں نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ اس روایت کی زد میں وہ بنو فاطمہ آتے ہیں جنھوں نے مختلف وقتوں میں خروج کیے۔ جن میں چند ایک کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

مگر آج ان کی بدکرداریوں کے علی الرغم سادات بنواُمیہ کو کذب و دروغ اور افتراء و بہتان کے کانٹوں میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کا اسلام ہی سادات بنوامیہ کی مجاہدانہ کاوشوں کا مرہون منت ہے۔

امیر المومنین امیر مروان رضی اللہ عنہ کی خشیت الٰہی کا ایک واقعہ:

خلافت کے زمانہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو ایک بار خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی دولت دی ہے نہ جانے روزِ قیامت میرا کیا حشر ہوگا۔ یہ جان کر انھوں نے اپنے خادم کو حضرت ابو حازم کے پاس بھیجا جو اس دور کے ایک بڑے زاہد و پارسا انسان تھے اور درخواست کی کہ اپنے کھانے میں سے کچھ بھیج دیجیے۔

ابو حازم نے تھوڑا سا پکا ہوا دلیہ بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ میرا رات کا کھانا ہے۔ اس کو دیکھ کر امیر مروان رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ پھر تین دن بغیر کچھ کھائے، پیے روزہ رکھا۔ تیسری شب سمو سے افطار کیا۔ اس کے بعد ان کے صاحبزادے عبدالعزیز پیدا ہوئے اور ان سے عمر پیدا ہوئے۔ جو لطف و کرم میں مثالی اور عدل و انصاف میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال تھے۔[1]

یہاں اس بات کو بھی پیش نظر رکھیے کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور حضرت ابو حازم رحمہ اللہ تابعی تھے آپ کا ایک صحابی پھر امیر المومنین ہونے کے باوجود اپنی پاک طینتی اور نیک نفسی کی وجہ سے خشیت الٰہی میں کس قدر سرشار رہنے والے تھے۔

اولاد:

امیر مروان رضی اللہ عنہ کے بارہ بیٹوں سے نسل چلی۔ ان بیٹوں میں سے عبدالملک رحمہ اللہ، اور

---

① اُردو ڈائجسٹ، اپریل 1980ء، ص: 55,56۔

معاویہ رحمہ اللہ ،سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔کم وبیش چارسو برس تک آپ کی اولاد میں بشمول خلافت اندلس سیادت وحکمرانی رہی۔اس سیادت وحکمرانی کے حامل گویا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کی اولاد میں سے تھے۔

وفات:

آپ کی وفات کے متعلق بھی سبائی راویوں نے خوب بے پر کی اُڑائی ہیں،چنانچہ کہا گیا ہے کہ امیر یزید رحمہ اللہ کی بیوہ سے آپ نے نکاح کیا اور اس نے گلہ گھونٹ کر آپ رضی اللہ عنہ کو مار ڈالا۔ مشہور جرمن مستشرق بروکلمین نے اپنی تالیف "تاریخ مسلم اقوام" میں اس دروغ بیانی کی سخت الفاظ میں تردید کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ یہ سب کذب وافتراء ہے کہ امیر مروان رضی اللہ عنہ کو امیر یزید رحمہ اللہ کی بیوہ نے قتل کیا تھا۔آپ کی موت 65ھ میں وبائی طاعون کے عارضہ سے ہوئی تھی۔

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذلك لمن خشی ربهٗ



سادات بنواُمیہ کی اسلامی خدمات

تاریخ کا ایک متبدی بھی جانتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ کی فتوحات مغرب میں مراکش تک، مشرق میں ملتان تک اور شمال مشرق میں چین کی سرحدات تک پہنچیں اور عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی مسلمان تاجروں نے ہندوستان کے مغربی ساحل، لنکا اور انڈونیشیا تک اسلام کی آواز پہنچائی۔

سادات بنواُمیہ کے زمانہ میں ہی سپین فتح ہوا جہاں سات سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی اور تقریباً تین سو سال سادات بنوامیہ نے سپین میں اس دبدبہ اور طنطنہ سے حکمرانی کی کہ یورپ کے عیسائی تاجداران کے خوف سے راتوں کو اپنے بستروں پر آرام کی نیند بھی نہیں سو سکتے تھے۔ "سادات بنواُمیہ" وہبی طور پر حکمرانی، جہانداری اور جہانگیری کے خصائل کے حامل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں "سادات بنو ہاشم" کو نظر انداز کر کے "سادات بنواُمیہ" کو مختلف صوبوں میں گورنریوں کے عہدے تفویض فرمائے۔

فہرست اموی عمال بزمانہ نبی علیہ السلام:

1. عتاب بن اسید اموی بعمر 20 سال	عامل مکہ
2. ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب	نجران
3. یزید رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (برادر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ)	تیماء
4. حکم بن سعید اموی	وادی القرای
5. ابان بن سعید اموی	بحرین
6. معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کاتب وحی	حضر موت
7. خالد بن سعید رضی اللہ عنہ	صنعاء
8. عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ	قریٰ عرینہ تبوک وخیبر

نبی علیہ السلام اپنی فراستِ نبوت کی روشنی میں جانتے تھے کہ عرب کا کوئی قبیلہ اور قریش کا کوئی خاندان سیاست ملکی میں بنو عبدالشمس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گویا بنو عبدالشمس کو مستقبل کی فتوحات اور خدمات اسلام کے لیے تیار کر رہے تھے۔ اور ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا اعتماد اور کلی بھروسہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے ان مناصب پر بنو اُمیہ کو ہی تعینات رہنے دیا۔ مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اپنی خلافت کے مختصر دور میں جب آپ نے امویوں کو ان مناصب سے ہٹا کر اپنے چچیرے بھائیوں، بھانجوں اور سوتیلے بیٹے کو ان مناصب پر تعینات فرمایا تو تمام ملک میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔



میں امیر مروان رضی اللہ عنہ کی تدوین میں مصروف تھا کہ محبِّ مخلص جناب محمد عثمان صاحب، حیدر آباد کا مکتوب ملا جس میں موصوف نے لکھا کہ:

معاویہ پہلے ہی گھر میں موجود تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے 28 مارچ 77ء کو فرزند عنایت فرمایا ہے اور میں نے حضرت امیر مروان رضی اللہ عنہ کے نام پر اس کا نام "مروان" رکھا ہے۔

میں اس حسنِ اتفاق کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھتا ہوں اور جناب محمد عثمان صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور نومولود کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا ہوں کہ اسے امیر مروان رضی اللہ عنہ کی طرح خدمت اسلام کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین ثم آمین



کتابیات

۱۔ العواصم من القواصم
۲۔ منہاج السنۃ
۳۔ صحیح بخاری
۴۔ موطا امام مالک
۵۔ مشکوٰۃ المصابیح
۶۔ سنن نسائی
۷۔ صحیح مسلم
۸۔ الاصابہ فی تمیز اصحابہ
۹۔ شرح ملتہ
۱۰۔ تاریخ خمیس
۱۱۔ حیٰوۃ الحیوان
۱۲۔ تاریخ صغیر
۱۳۔ ہدی الساری
۱۴۔ اسد الغابہ
۱۵۔ البدایہ والنہایہ
۱۶۔ مسند احمد بن حنبل
۱۷۔ کتاب المجز
۱۸۔ بنو ہاشم و بنو اُمیہ کے تعلقات
۱۹۔ جمہرۃ الانساب
۲۰۔ کتاب المعارف
۲۱۔ کتاب نسب قریش
۲۲۔ طبقات ابن سعد
۲۳۔ شرح ملا علی قاری
۲۴۔ مقام بنو اُمیہ
۲۵۔ مودۃ القربیٰ
۲۶۔ تاریخ ملت
۲۷۔ ترجمہ موضوعات کبیر
۲۸۔ تاریخ ابن خلدون
۲۹۔ تاریخ الخراج

شیعہ کتب :

۱۔ تفسیر صافی
۲۔ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید
۳۔ عمدۃ الطالب
۴۔ تاریخ طبری
۵۔ ترجمہ قرآن مقبول احمد دہلوی۔



مؤلف کی ایک بے نظیر تحقیقی تالیف

(اسلام میں یزید)

اس تحقیقی تالیف میں مؤلف نے شیعہ مذہب اور اہل سنت والجماعت کی حدیث، اسماء الرجال، طبقات، تاریخ کی تمام مروجہ کتب سے ''یزید'' نام کے دورِ جاہلیت کے اکابرین اور ظہور اسلام سے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، محدثین، مفسرین، متصوفین، فاتحین، عاملین، مصنفین رحمہم اللہ اور زندگی کے کسی نہ کسی شعبہ سے تعلق رکھنے والے اعاظم رجال کا ذکر کیا ہے۔

تابعین میں سے 127ھ میں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حکومت موقتہ کے خلاف خروج کرکے اپنے بھائی یزید کو شیراز کا گورنر بنایا۔[1]

سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام یزید تھا اور آپ اسی بیٹے کی وجہ سے ابویزید کی کنیت سے مشہور تھے۔[2]

تیرھویں صدی ہجری کے شروع تک علویوں میں یزید نام کے اکابرین موجود تھے۔ اہل سنت میں...... حجاز سے مغربی ممالک میں آج بھی یزید نام کے سینکڑوں افراد موجود ہیں۔ الجزائر کی جنگ آزادی میں ایکشن کمیٹی کے چیئرمین کا نام محمد یزید تھا اور اقوام متحدہ میں اسی نے اپنا کیس پیش کیا تھا۔ آل سعود کا ایک شہزادہ فیصل بن یزید بن عبداللہ السعود فروری 1980ء میں سعودی حکومت کی طرف سے ایک خیر سگالی سفیر کی حیثیت سے پاکستان کے دورہ پر آیا۔ یہ تمام تفاصیل قارئین اس تحقیقی تالیف میں دیکھیں گے۔



[1] مقاتل الطالبین۔

[2] عمدۃ الطالب۔

امیر المومنین سیدنا امیر یزید رحمہ اللہ

- خاتم المعصومین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم))

''میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے دار الحکومت قسطنطنیہ پر چڑھائی کرے گا بخشا ہوا ہے۔''①

- حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((یزید بن معاویه علیهم بارض الروم))

''اس لشکر کے سپہ سالار یزید رحمہ اللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔''②

- حبر الامت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((انا قدبا یعنا هذا الرجل علی بیع اللّٰه و رسوله))

''بے شک ہم نے اس شخص (امیر یزید رحمہ اللہ) سے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیعت کی ہے۔''③

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ابن ابنه یزید لمن صالحی اهله))

''بلاشبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرزند یزید رحمہ اللہ اپنے خاندان کے نیکوکاروں میں سے تھے۔''④

---

① صحیح البخاری: جلد 1، صفحہ :410.

② صحیح البخاری: جلد 1،صفحہ:158، البدایہ جلد 8، صفحة 58، بخاری ، باب التجهد صلوٰۃ النوافل حدیث:489.

③ صحیح البخاری جلد 2، صفحہ: 1153.

④ بلاذری جلد 4، صفحة 4الامامة و السیاسة ،جلد1،ص:203.

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا محمد بن الحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وقد حضرته داقمت عنده فراتية عواظبًا على الصلوة متعريا للخير يسال من الفقه ملازمًا للسنة))

''میں خود (امیر یزید رحمہ اللہ) کے پاس گیا اور ان کے یہاں رہا ہوں میں نے انھیں ہمیشہ پابند نماز، مسائل خیر کا متلاشی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند پایا ہے۔''[1]

- ((كان من سادات المسلمين ومن الكرماء الشهورين يعطى الكثير ويتحمل النطائم))

''(امیر یزید رحمہ اللہ) مسلمانوں کے سادات اور مشہور بخشش کرنیوالوں میں سے تھے اور بے حساب مال عطا کرنے والے تھے۔''[2]

- سیدنا عبداللہ بن جعفر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور داماد) اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر فرماتے ہیں۔

((فقال ابن جعفر فداك ابى وامّى ووالله اقلتيها لاحد قبلها))

''عبداللہ بن جعفر نے کہا میرے ماں باپ آپ (یزید رحمہ اللہ) پر قربان میں نے یہ لفظ کسی دوسرے کے لیے استعمال نہیں کیے۔''[3]

- واقعہ حرہ کے موقعہ پر علی رحمہ اللہ (زین العابدین) بن حسین رضی اللہ عنہ نے امیر یزید رحمہ اللہ کے فوجی سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہا:

((وصلى الله امير المومنين يزيد))

''امیر المومنین یزید پر اللہ کی رحمت ہو۔''[4]

---

① تاریخ ابن کثیر، جلد:8، ص:2304۔
② البدایہ، جلد8، ص36/335۔
③ انساب الاشراف بلاذری، ج:4، ص:3، البدایہ:8، ص:330، ج9، ص:33۔
④ طبقات ابن سعد: ج55، ص:215۔

- ((وقد اوردابن عساکر احادیث فی ذم یزید بن معاویہ کلھا موضوعۃ لایصح شیء منھا))
"مورخ ابن عساکر نے امیر یزید رحمہ اللہ کی مذمت میں جس قدر روایات بیان کی ہیں وہ سب کی سب من گھڑت ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔"[1]

- امام غزالی کا فتویٰ:
"رہا ان پر (امیر یزید رحمہ اللہ) کہنا سو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور ہم تو تمام مسلمانوں کے ساتھ ان پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔"[2]



① البدایہ: جلد 8، صفحہ: 231۔
② ایضاً: جلد 12، صفحہ: 173۔

